شہید المسیح

سادھو نظام الدین

پاکستان کا مسیحی شہید

تصنیف

آئی - یو - ظہری

مسلم پورہ چک نمبر ۲۲۲ - گ - ب
ضلع لائلپور پاکستان

فہرست اذکار

فکر ۱

پیش لفظ

"اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ...... سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہوگا۔" متی ۲۴ : ۱۴ -

"اور ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے" مرقس

"اور اس نے ان سے کہا کہ تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی

اور اس نے ان سے کہا ... یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہوگے۔" اعمال ۱ باب -

تعارف

جناب ظہری صاحب ایک بے لوث مبلغ ہیں۔ شعر و ادب کے علاوہ انہیں طب اور مسیحی تاریخ و تفسیر پر قدرت حاصل ہے - مجھے اوائل عمر میں ہی اُن کے کلام سے مستفیض ہونے کا موقع ملا ہے - وہ بیک وقت مبلغ، مقرر اور مصنف ہیں۔ سادھو نظام الدین شہید کی مبارک شہادت پر قلم اٹھا کر انہوں نے نہ صرف قوم و کلیسا پر احسان کیا ہے بلکہ ایک عظیم خلا کو پورا کیا ہے -

سادھو جی کی زندگی کے حالات پڑھ کر روح کو تسکین اور دل میں نور ہے -

ڈاکٹر ناصوری
ایم۔اے
ایڈیٹر و پبلشر شعاع نور (پندرہ روزہ)
لاہور

ذکرے

دیباچہ

خداوند کے مبشر مسیحی سادھو نظام الدین کی سوانح حیات کچھ تو میری ذاتی معلومات اور چشم دید واقعات اور کچھ حاصل کردہ معلومات کی بنا پر لکھی گئی ہے۔ سادھو جی کے حسب ونسب سے لیکر ان کی لاہور [illegible] شہادت تک زندگی کے مختصر حالات مرقوم ہیں۔ پاکستان میں خداوند یسوع مسیح کے یہ پہلے مسیحی سادھو با فقیر واقع ہوئے ہیں جنہیں انجیل مقدس کی بشارت اور گواہی دیتے ہوئے چند غیر مسیحی متعصب آدمیوں کے ہاتھوں خداوند مسیح کے مقدس اور پیارے نام پر شہادت کا درجہ حاصل ہوا۔

سادھو جی پاکستان کے شہری [illegible] علاقوں میں عموماً اور دیہاتی مسیحی [illegible] الا [illegible] کے بہت مشہور تھے کیونکہ آپ انجیل مقدس [illegible] خداوند [illegible] کالا [illegible] اور [illegible] تھے۔ سادھو نظام الدین کی شہادت تقریباً [illegible] اب تک [illegible] نام [illegible] خداوند کے [illegible] چونکہ سادھو نظام الدین

کو پاکستان بھر میں خداوند مسیح کا پہلا شہید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ لہٰذا چند مسیحی بھائیوں اور دوستوں کے عقیدت مندانہ اشتیاق نے میرے دل میں تحریک پیدا کی کہ میں سادھو جی کی زندگی کے مختصر حالات لکھوں۔ سب سے اوّل ضلع سیالکوٹ کے ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور انسپکٹر آف سکولز چوہدری ثناءاللہ صاحب نے فرمائش کی کہ میں سادھو جی کی سوانح حیات قلمبند کروں۔ مگر میری سرکاری ملازمت کی طویل مصروفیات ان کی فرمائش اور میرے ارادوں کی تکمیل میں سدِ راہ رہیں۔ خداوند کا شکر ہے کہ میں اس قابل ہوا کہ اس فرض کو سرانجام دے سکوں۔ اس کتاب میں میں نے سادھو نظام الدین کے پیر و مرشد سادھو سندر سنگھ جی کا مختصر ذکر کیا ہے مجھے سادھو سندر سنگھ جی کا خود ان کی زندگی میں دیدار حاصل کرنے کا شرف بھی ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

سادھو نظام الدین کے تین خاص شاگردوں اور [illegible] کا بھی مختصر حالاتِ زندگی بھی اس کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں جو سادھو جی کے اپنے آبائی گاؤں میں ہو گزرے ہیں۔ اُمید واثق ہے کہ قارئین کرام خداوند مسیح کے اس پاکستانی مسیحی شہید کے سادھوپن کی مشعل سے روحانی طور پر مستفید ہونے کے اشتیاق میں اس کتاب کو قبول فرمائیں گے۔

میں جناب پادری آئی۔ یو۔ ہاشم صاحب (مشنری سیالکوٹ) و جناب ڈبلیو۔ ڈی۔ چوہدری صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ (بہار کالونی لاہور) کا نہایت ہی ممنون ہوں جنہوں نے کتاب ہذا کے

مسودہ کو نظرِ ثانی کر کے قابلِ اشاعت کیا۔ خداوند کا ہزار بار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھ ناچیز بندے سے اپنے برگزیدہ بندوں اور شہید المسیح کے زندگی کے مختصر حالات قلمبند کرا کے روحانی سکون بخشا یسوع نام کی ستائش ہو۔ آمین۔

کے۔ یو۔ ظہیری

ذکرِ

مسیحی سادھن

سادھن کے لفظی معنی نفس کشی کے ہیں۔ سانس یعنی نفس کو روکنا ہوائی سانس سے مراد نہیں۔ مادی حواس خمیہ کو قابو میں رکھ کر روحانی قدروں کو اجاگر کرنا۔ مادی جسم میں روحانی جسم کی تعمیر کرنا نفس کو سیدھا کرنا۔ تارک الدنیا ہو کر زندگی گذارنا۔ ایسی زندگی گذارنے والے انسان کو سادھو اور اس کی عملی جدوجہد کو سادھن کہتے ہیں۔ "اک فقیری بھیکھ دی اک فقیری بکھ دی۔ اک گدڑی وانگر ٹیڈی۔ اک پچھاں نوں پھول پھول کے" سادھن کے چند روپ دیکھدے ہیں، کسی درویش نے اس کے متعلق پنجابی زبان میں اس طرح بھی کہا ہے۔ "اک فقیری بکھ دی۔ اک فقیری بھیکھ دی اک فقیری گدڑی وا امرو ٹیکھے دیکھدی" یہاں لفظ فقیری فقر سے یعنی گیان

دھیان۔ بحالتِ فاقہ یادِ الٰہی۔ زہد و تقوےٰ کہنے والے نے فقیری کے تین روپ بتائے ہیں۔ (۱) پہلے روپ میں وہ اعلیٰ انسانی شخصیتیں شمار کی جاتی ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے روزِ اول سے ہی مقرر کر دیا تھا۔ اس روپ کے بھی دو درجے ہیں۔ (الف) درجہ میں خدا کے نبی اور رسول ہیں (ب) دوجہ میں راہب، درویش، سادھو اور صوفیائے کرام ہیں۔ سادھن کے اس روپ والے نفس امارہ پر قابو حاصل کر کے اور تارک الدنیا ہو کر اپنی دنیوی زندگی کو بھی یادِ الٰہی کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ مسیحی دنیا میں سادھن کے اس درجہ یعنی راہبانیت کا سلسلہ نے ایشیائے کوچک میں جنم لیا۔ یونان میں پرورش پائی اور ارضِ روم میں جوان ہو کر اپنے عروج کو پہنچا جہاں مسیحی سادھن کے علمبرداروں نے اس زمین کو اپنے گرم خون سے رنگ دیا اور کلام مقدس کی بشارت اور خداوند یسوع کے جلالی نام دہی کی ہر میں ثبت کر دیں۔ مسیحی سادھن کے ان شہیدوں کے نام خاک ثریٰ میں رہتی دنیا تک روشن ستاروں کی مانند چمکتے رہیں گے۔

۲۔ دوسرے روپ میں بھیک مانگنے والے گداگر فقیر ہیں جو سادھن کا روپ دھار کر اپنے پیٹ کی پرورش کرتے ہیں۔ اس روپ کے بھی دو درجے ہیں۔ (الف) اول درجے میں اندھے۔ لنگڑے۔ ٹنڈے لنجے مفلوج و معذور انسان پائے جاتے ہیں جو واقعی خیرات و بھیک کے مستحق ہوتے ہیں اور اپنے اس استحقاق کی بنا پر سادھن کا روپ دھار لیتے ہیں اس طرح یہ روپ ان کا معاون اور ممد ہوتا ہے۔

ایسی درجے کے بھکاری اچھے بھلے صحتمند ہٹے کٹے کام چور ہوتے ہیں۔ بھی گداگر جو اکثر منشیات کا شکار رہتے ہیں ساد ھن کے نام پر بد نما داغ ہیں۔

ساد ھن کے اس تیسرے روپ میں وہ لوگ شمار ہوتے ہیں جو جذبات کی رو میں بہہ کر تارک الدنیا ہونے کا دعویٰ تو کر بیٹھتے ہیں مگر پھر جلد یا بدیر دنیا کی شان و شوکت، نفسِ امّارہ اور طنزیہ جملوں سے مغلوب ہو کر پھر دنیوی زندگی کی طرف مڑ جاتے ہیں۔

مگر یہاں محض مسیحی ساد ھن کا ذکر مقصود ہے۔ اگرچہ غیر مسیحی ساد ھن کے علمبردار بھی صدہا اور ہزارہا کی تعداد میں ہو گذرے ہیں۔ مگر مسیحی ساد ھن ایک بیابان سید راہ یعنی منزل کی طرف گامزن رہتا ہے اور زیست ابدی کے حصول کی راہ کی نشاندہی کرتا رہتا ہے۔ مسیحی ساد ھن خداوند مسیح کے خدا کے بیٹے ہونے کی منادی کرتا ہے۔ مسیحی ساد ھن گناہوں سے کلی نجات حاصل کرنے کا ذریعہ صرف خداوند یسوع کے خون پر ایمان لانا بتاتا ہے۔ مسیحی ساد ھن خداوند مسیح پر ایمان لانے والے کو آسمان کی بادشاہت کی بشارت دیتا ہے مسیحی ساد ھن مسیح پر ایمان کے بغیر محض ریاضت کے زور پر گناہوں سے نجات حاصل کرنے اور ہمیشہ کی زندگی کے وارث ہونے کی نفی کرتا ہے۔ مسیحی ساد ھن صلیب پر سے گذر کر روحانی تجلّیوں کی فضاؤں میں داخل ہو جاتا ہے۔ مسیحی سادھو چلہ کشی، جسمانی اعضا کو معطل کرنا یا گزند پہنچانا یا پیر و مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ براہ راست خداوند کے ساتھ واسطہ رکھتے ہیں اور کلامِ مقدس کی تلاوت

میں شب و روز محو رہتے ہیں۔ دُعا کو روحانی و جسمانی امراض کی دوا قرار دیتے ہیں (برائے کُشتنِ نفسِ امارہ روزہ استعمال کرتے ہیں) رہبانیت اور قلعہ بندی کو ساد ھن کے قید خانے تصوّر کرتے ہیں۔ مسیحی سادھو دنیا کے رسم و رواج کی قید و بند سے قطعی آزاد اور عزت و تکریم کے لالچ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ غرضیکہ مسیحی ساد ھن سراسر خداوند کی زمینی زندگی کا عکس اور رسولوں کے اعمال کی تقلید ہے۔ خداوند کے شاگردوں اور رسولوں کی زندگیاں مکمل پاکیزہ ساد ھن کا مرقع ہیں۔ سادھو موصوف نظام الدین اسی گروہ کا سادھو تھا۔

ذکر ۲

سادھو سندر سنگھ

"اور بادشاہی کی اِس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہو گی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہو گا" متی: ۲۴ باب ۱۴ آ

"اور ضرور ہے کہ پہلے سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے" مرقس ۱۳:۱۰ آ

"اور اُس نے اُن سے کہا کہ تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" مرقس: ۱۶ باب ۱۵ آ۔

ان احکامِ خداوندی کی تکمیل کے لئے خدا کے دو انتظام نظر آتے ہیں ایک مسیحی ساد ھن ہے جو مکمل طور پر آزادانہ انجیل کی بشارت دینے کے فرائض

میں مصروف رہتا ہے۔ سفر۔ بھوک پیاس۔ سردی گرمی کے مصائب برداشت کرنا اِس کے اوصاف خصوصی ہیں۔ یہ مشنری نظام کے پابند ہونے کا قائل نہیں دوسرا نظام مسیحی مشنری نظام ہے جو اپنے قوانین و ضوابط کے تحت مسیحی مذہب کے کاموں کو سرانجام دیتا ہے۔ یہ نظام اپنے کارکنوں کی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے میں بھی امداد کرتا رہتا ہے۔ مسیحی سادھو اگرچہ خود مختار و آزاد ہوتا ہے تاہم مسیحی مشنری نظام سے تعاون کرتا ہے اور کلیسیا میں انفرادی اور اجتماعی طور پر عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مسیحی مشنری نظام انجیل کی منادی اور تعلیم و تدریس کے علاوہ مسیحی سماجی و اخلاقی رسومات و قواعد کی تکمیل کرانے کا بھی پابند ہوتا ہے اور اِن مقاصد کی انجام دہی کے لئے مسیحی شریعت کی بنیاد پر ایک مضبوط و معقول تعزیر رکھتا ہے۔

مسیحی مشنری نظام کے اہل کار مسیحی سادھو کے مصائب و آلام کی کٹھن منزلوں سے بچے رہتے ہیں اور بھوک و ننگ ناداری و لاچاری کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ باعزت اور پُروقار زندگی بسر کرتے ہیں مگر ان میں سے کئی پوشیدہ آزمائشوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ کلیسیا میں مسیحی سادھوؤں کی عام کھلی مقبولیت کے باعث کلیسیا کے اکثر سربراہ اِن سے سوت کی طرز کی رقابت رکھتے ہیں اور اس جذبۂ رقابت کے انکشاف سے گریزاں رہتے ہیں۔ تاہم انسانی کمزوریوں کے قطع نظر دُنیا کی مسیحی تاریخ میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ خداوند یسوع کی گواہی۔ انجیل مقدس کی منادی اور ابدی زندگی و آسمان کی بادشاہت کی بشارت کے فرائض

سرانجام دینے میں دونوں مشنری مسیحی نظام اور مسیحی سادھو متفق و ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ احکام خداوندی کی تعمیل و تکمیل کی ہے۔ جو فرائض مسیحی مشنری نظام نہیں کر سکتا تھا وہ مسیحی سادھو نے کیا اور جو کلیسیائی ذمہ داریاں مسیحی سادھو کے بس کی نہیں تھیں انہیں مسیحی مشنری تنظیم نے سرانجام دیا، اس طرح انجیل کی منادی کے یہ دونوں طریقے خداوند کی مرضی کے مطابق مقرر کردہ نظر آتے ہیں۔

مسیحی سادھو کے مضمون میں سادھو سُندر سنگھ کا ذکر نہ کرنا مسیحی سادھو کے متعلق عدم واقفیت کا الزام سر لینے کے مترادف ہے خصوصاً اس لئے کہ سُندر سنگھ کو نہ صرف برصغیر بلکہ مشرق و مغرب میں بھی مسیحی سادھوؤں کا پیرو مرشد مانا جاتا ہے۔ مغرب والوں نے تو سادھو سُندر سنگھ کو رسولِ ہند بھی کہا ہے کیونکہ اُس نے خداوند یسوع کو دیکھا اور خداوند کے ساتھ بنفسِ نفیس بیٹھ کر روحانی زندگی کے عمیق ترین مسائل پوچھے اور سمجھے سادھو نظام الدین بھی جو اس کتاب کا اصل مضمون ہے سادھو سندر سنگھ کے مقلدوں سے ایک ہے۔ سادھو سُندر سنگھ کے اسم گرامی اور انکے مسیحی سادھو کے بارے ساری مسیحی دنیا متعارف ہے۔ سادھو نے نہ صرف انگلینڈ و امریکہ کے ہی بشارتی دورے کیئے بلکہ یورپ چین جاپان آسٹریلیا۔ جنوبی امریکہ۔ ملایا کی کلیسیاؤں کو بیدار کیا۔ ہندوستان۔ بیرچد افغانستان کے غیر مسیحیوں میں خداوند یسوع کے نام کی گواہی دی تبت کے چودہ کوہستانی سفر کئے اور اس طرح دنیا کے چھپے ہوئے علاقوں کے

انسانوں کو بھی اِنجیلِ مقدّس کا پیغام سُنایا۔

انجیل کی بشارت کے لئے الٰہی انتظام

سادھو سندر سنگھ کی تمام دنیا میں ایک اور بڑی بشارتی مہموں میں سے لندن کا سفر دلچسپ اور قابلِ ذکر ہے۔ لندن کے قیام کے دوران سادھو کو اس وقت کی عظیم برطانوی سلطنت اور خداوند کے برگزیدہ اور نہایت حلیم شہنشاہ جارج پنجم کے مہمانِ خصوصی ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ تمام دنیا میں خداوند کے گواہ اور انجیلی بشارت کے عظیم مُناد سادھو سندر سنگھ اور برطانوی سلطنت کے عظیم شہنشاہ جارج پنجم کے درمیان یہ مُلاقات محض ایک اتفاقیہ یا جذباتی واقعہ نہ تھا بلکہ ایک لازمی امر تھا جسکا وقوع میں آنا ضرور تھا۔ ان دونوں عظیم انسانوں کی ملاقات خداوند کے خاص انتظام کے تحت عمل میں آئی۔ یعنی خدا کی بادشاہی کی منادی دنیا کی تمام سرحدوں تک کرانے کے لئے یہ ضرور تھا کہ خدا خود ہی پہلے اپنی مرضی کے مطابق وموافق دنیا کی ایک بادشاہت قائم کرے تاکہ خدا کی بادشاہت کے منادوں کو سفر کی سہولتیں اور آسانیاں میسّر آسکیں۔ اب ماضی قریب کی تاریخِ عالم پر نظر ڈالیں تو دنیا کی یہ بادشاہت صِرف برطانیہ کی عظیم سلطنت ہی دکھائی دیتی ہے جس کی وسعت اور جاہ جلال کی گونج چہار دانگ عالم میں ایک ضرب المثل بن گئی یعنی یہ کہ برطانوی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا زمین کی ساری

گولائی سے تقریباً ہر قطعہ پر برطانوی سلطنت کا پرچم لہرایا اور اقوامِ عالم میں سے تقریباً ہر قوم نے بحیثیت کُل یا جزا اس کے سایہ تلے اپنی ارتقائی تاریخ گذاری۔ یہ انگریزی سلطنت ہی تھی جسے کلامِ مقدّس میں جزیروں کے بادشاہ کہا گیا ہے۔ ماضی کی تاریخ شاہد ہے کہ گلوب کے تمام سمندروں میں بیشمار جزیرے برطانوی سلطنت کا حِصّہ رہے ہیں اور کلامِ مقدّس میں زمین کی انتہا یا کونے انہی جزیروں سے مُراد ہے۔ جہاں انگریزی دنیوی بادشاہت کی بدولت خدا کی بادشاہت کی خوشخبری پہنچ گئی اور اس مقدّس فرائض کی سرانجام دہی میں مغرب کے تمام مسیحی ممالک کے مشنری نظام اور مشرق کے مسیحی سادھوں نے بڑھ چڑھ کر حِصّہ لیا۔ اس طرح خداوند کی انجیل ساری دنیا کی حدوں اور کونے کونے تک پہنچ گئی۔ خدا کے اس انتظام میں دنیوی بادشاہوں میں سے واحد نمائندہ اور اوّل و آخر شاہنشاہ جارج پنجم اور مشرق میں مسیحی سادھوؤں میں سے تنہا نمائندہ سندر سنگھ ہوا ہے۔ شاہنشاہ جارج پنجم کے دور میں مشنری نظام ساری دنیا میں پھیل گیا اور مسیحی سادھوؤں نے سادھو سندر سنگھ کی تقلید کرتے ہوئے پہاڑی اور جنگلی کٹھن گذرگاہوں پر اپنے بشارتی قدموں کے نشانات ثبت کر دیئے۔ اور پیشگوئی کے کلام کو اس طرح پورا کیا۔ "اب خداوند خدا نے کلام کیا اور مشرق سے مغرب تک دنیا کو بلایا" زبور ۵۰ بالا آ۔

"اس کے پاؤں پہاڑوں پر کیا ہی خوشنما ہیں جو خوشخبری لاتا ہے اور سلامتی کی منادی کرتا ہے اور خیریت کی خبر اور نجات کا اشتہار دیتا ہے۔"

یسعیاہ ۵۲ باب آ ۱۰ "خداوند سلطنت کرتا ہے۔ زمین شادمان ہو۔ بے شمار جزیرے خوشی منائیں" زبور ۹۷/۱۔ کلام مقدس میں کئی مقاموں پر اس بادشاہت کے جو اشارے اور تشبیہات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ تاریخ اور کلام مقدس کی روشنی میں یہ بات کیسی دلچسپ دکھائی دیتی ہے کہ خداوند کی انجیل اور آسمان کی بادشاہت کے دو چنیدہ اور برگزیدہ گواہوں اور منادوں یعنی ایک عظیم بادشاہ اور ایک مہاتما سادھو کی ملاقات و رفاقت کا وقوع میں آنا کوئی اتفاقیہ یا جذباتی واقعہ نہیں تھا بلکہ کلام کے مطابق ایک امر ضروری تھا۔ جیسے کسی عظیم مہم کے فاتحین اپنی کامیابی کے بعد پابند مصافحہ ہوں "مسکین اور زبردست ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور خداوند دونوں کی آنکھیں روشن کرتا ہے۔ جو بادشاہ دیانتداری سے مسکینوں کی عدالت کرتا ہے اس کا تخت ہمیشہ قائم رہتا ہے" امثال ۲۹/۱۴ –

انجیل کی منادی - گواہی اور بشارت کی تکمیل کے بعد

مندرجہ ذیل بیان کوئی مفروضہ یا ڈھکوسلہ نہیں ہے بلکہ کلام مقدس کے عین مطابق ہے۔ دیکھئے!

متی کی انجیل ۱۳ باب ۲۴ سے ۳۰ آیت "اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس آدمی کی مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج بویا مگر لوگوں کے سوتے میں اس کا

دشمن آیا اور گیہوں میں کڑوے دانے بھی بو گیا ۔۔۔۔۔ کڑوے دانے جمع کر لو اور جلانے کے لئے ان کے گٹھے باندھ لو ۔۔۔" یہ تمثیل آسمان کی بادشاہی کے بارے میں ہے اس باب میں آگے چل کر ۳۶ سے ۴۳ میں اس تمثیل کی تشریح بیان کی گئی ہے کہ اچھا بیج خدا کی بادشاہی کے فرزند اور کڑوے دانے ابلیس کے فرزند ہیں۔ خداوند یسوع کے رسولوں کے کلام مقدس کا بیج بونے کے بعد سے ہی ابلیس نے اپنے کڑوے دانے بونے شروع کر دیئے تھے ۔ اور شیطان کا یہ عمل کلام مقدس کا بیج بونے کے ہر دور میں دنیا میں جاری رہا چنانچہ آج کی دنیا میں جبکہ کلام مقدس کی گواہی، منادی اور بشارت خدا کی زمینی بادشاہت (برطانوی شہنشاہیت) اور خداوند کی روحانی طاقت (مسیحی سادھو) کی بدولت پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کڑوے دانوں کی فصل زوروں سے بڑھ رہی ہے۔ تمام دنیا میں مسیحی سادھو اب خاموش ہے اور برطانوی سلطنت کا اقتدار اور وسعت تمام دنیا کے مقبوضات سے سمٹ کر واپس اپنے گھر پہنچ چکا ہے۔ اور ان کی جگہ اب ابلیس کے کڑوے دانوں نے سنبھال لی ہے۔ اچھے دانوں اور کڑوے دانوں میں تمیز کرنا اہل بصارت کے لئے اگرچہ ناممکن تو نہیں تاہم مشکل تر ضرور ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ تمام مسیحی دنیا میں مسیحیت اور کلام مقدس کے خلاف ان کڑوے دانوں کی فصل کو سیراب کرنے کے کام میں مغرب کے کارل مارکس کا فلسفہ پیش پیش ہے۔ اب اس ابطال میں سلطنت

برطانیہ کی جگہ کمیونزم کا راج ہے اور مسیحی سادھوں کے سربراہ سادھو سندر سنگھ کے مغربی مسیحی دنیا کو انتباہ کی جگہ مارکسی نظریہ کارفرما ہے۔ سادھو سندر سنگھ نے اپنے یورپ کے سفر کے دوران اہل مغرب کو ان الفاظ میں انتباہ دیا تھا "قیامت کے روز مشرق کے غیر مسیحیوں کی سزا تم مغرب والوں سے کہیں کم اور ہلکی ہوگی کیونکہ مشرق والوں کو انجیل کی خوشخبری سننے کا موقع نہیں ملا مگر تم نے کلام کو سن کر اسے رد کر دیا ہے"

دنیا کی انتہا سے برطانوی دور کے اختتام کے ساتھ مشنری مسیحی نظام بھی واپس ہو چکا ہے جس کی جگہ مقامی کلیسیائی تنظیموں نے سنبھال لی ہے مگر غضب یہ ہے کہ ان میں کڑوے دانوں کی کاشت بھی زوروں پر ہے مسیحی ایمان اور کلام مقدس کے خلاف بدعتوں کا ایک سیلاب امنڈا چلا آرہا ہے اور ایک اور غضب یہ ہے کہ ان مسیحی تنظیموں کی قیادت و اقتدار میں بہت سے کڑوے دانے ہی لہلہا رہے ہیں اور اچھے دانوں میں پہچانے نہیں جاتے۔ ان کی کارکردگی سے کلام مقدس کی بشارت نہیں بلکہ تشہیر ہو رہی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے آباؤ اجداد کل زیست مثبت کی بشارت کے علمبردار تھے لیکن آج انہی کی یہ اولاد زیست منفی (مادی سوشلزم) کی منادی کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ غیر مسیحی مبلغین بھی بائبل مقدس اور مسیحیت کا پرچار بڑی زوردار تقریروں اور تحریروں سے کرتے تو ہیں مگر منفی ہیں۔

انجیل مقدس کے مبشر اول مقدس پولوس رسول کے قول کے مطابق

یہ بھی انجیل کی منادی ہے کیونکہ خدا کا کلام دو دھاری تلوار کے مصداق ہے اور پُراطمینان بات یہ کہ ان کڑوے دانوں کے لہلہانے سے اچھے دانوں کی فصل (کلیسیا) قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ ان حقائق سے ثابت ہے کہ دنیا جو خدا کا کھیت ہے۔ اس میں کلام کے بوئے جانے کا کام پورا ہو چکا ہے اور زمانہ الٰہی خداوند کی فصل کے پکنے کا دور ہے جس کے بعد کڑوے دانوں کے گٹھے باندھ کر جمع کئے جائیں گے اور بھسم کرنے کے لئے جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

سادھو سُندر سنگھ کے متعلق چند باتیں

سادھو جی کے بارے پیشتر بہت عقیدتمندوں نے بہت کچھ لکھا ہے لہٰذا ضرورت نہیں کہ انہیں دُہرایا جائے میں صرف چند ایک واقعات رقم کرتا ہوں جو میرے مشاہدہ میں سے گذرے ہیں جو حیران کُن اور دلچسپ ہیں۔ کتاب ہٰذا چونکہ سادھو نظام الدین کی زندگی کے حالات سے متعلق ہے لہٰذا اس کے مرشد اور مسیحی سادھوؤں کے مہا سادھو کی زندگی کی دو تین جھلکیاں بیان کرنے سے رہا نہیں جا سکتا۔

سادھو خداوند یسوع کی شبیہ کی جھلک ہیں

سادھو سندر سنگھ کا سنِ پیدائش ۱۸۸۹ء ہے۔ سادھو موصوف کا والد سردار شیر سنگھ ریاست پٹیالہ میں رامپور کے علاقہ کے ایک جاگیردار

تھے لاڈ اور پیار سے بیٹے کو والدین "سندر" کے مخفف نام سے پکارا کرتے تھے اور جب سندر سنگھ نے اپنی کارکردگی کو کتابی رنگ دیا تو آخر میں حقیر فقیر سندر سنگھ لکھا کرتا تھا۔ سندر چودہ برس کی عمر کا تھا کہ والدہ اچانک کا انتقال ہو گیا۔ سندر کے سادھوپن کی بنیاد رکھنے والی والدہ ہی تھی جو خود بھی ایک نیکدل اور پرہیزگار سادھنی تھی۔ چودہ اور سولہ برس کے درمیانی عرصہ اس کی طفلانہ گرودی۔ والدہ کی موت کے غم اور انجیل مقدس کے جلانے کی ہیجان کن تنہائی میں گذرا اور بالآخر ان صدمات اور حادثات نے سندر سنگھ کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے مسیحی سادھوپن کی طرف موڑ دیا۔ سادھو نے ۱۹۰۵ء کے آخر میں شملہ کے کرائسٹ چرچ میں ۱۶ سال کی عمر میں بپتسمہ لیا۔ ۱۹۱۹ء تک یعنی تقریباً چودہ برس میں تمام ہندوستان و موجودہ پاکستان کے علاوہ کوہ ہمالیہ کے پار دنیا سے چھپے ہوئے ملک تبت اور افغانستان کے بشارتی سفر کئے۔

دیسی پنجاب کے بشارتی سفروں کے دوران سادھو سندر سنگھ ہمارے گاؤں مرتبی منٹگمری والہ (ضلع لائلپور) میں جب آیا تو کلیسیائی جماعت نے بیدار کر دیا۔ اُن دنوں گاؤں کے دینی پاسبان بزرگ پادری جواہر مسیح صاحب تھے۔ وہ سادھو جی کو لوگوں سے متعارف کرانے کے لئے کئی گھروں میں لے گئے۔ ہمارے گھر کی باری آئی تو سادھو جی تشریف لائے تو اپنے خدو خال پہلی نظر پڑتے ہی خداوند یسوع کی شبیہ کا تصور میرے ذہن میں بیٹھ گیا۔ وہ صفا کتنا ہی تھا یہی بچپن کا زمانہ۔ سنڈے سکول میں

جو خداوند یسوع کی عکسی تصاویر ہمیں دکھاتی تھیں اُن کو بارہا دیکھا تھا یقیناً ہی سادھو سندر سنگھ کا حلیہ ویسی ہی ایک جھلک تھی۔ لا انبلند صحتمند جسم۔ سفید سُرخ رنگ۔ لمبے سیاہ بال۔ ننگا سر۔ ننگے پیر۔ گیروا لہ چوغہ اُس پر دائیں کاندھے پر سے بائیں بازو تلے لٹکتا ہوا پٹکا جس پر بائبل مقدس آویزاں۔ آٹھ دس سالہ عمر کے ذہن میں یہ جھلکی ایک حل طلب سوال بنکر رہ گئی۔

بزرگ پادری صاحب نے سادھو جی سے میرے والد صاحب کا تعارف کراتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ "یہ میرے دوست ہیں"۔ سادھو جی نے مسکرا کر کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں۔ سادھو جی چارپائی پر بیٹھے چند ساعت کلام مقدس کی باتیں ہوئیں۔ یاد نہیں کیا تھیں۔ سادھو جی عموماً مسیحیوں میں ہمیشہ کی زندگی کے موضوع پر پیغام سنایا اور غیر مسیحیوں کے سامنے خداوند یسوع کے دنیا کے نجات دہندہ ہونیکی منادی کرتا۔ گاؤں والوں نے سادھو سندر سنگھ کے گاؤں میں وارد ہونے کو بڑی برکت کا باعث سمجھا اور مسیحی سادھوپن کو بڑے احترام سے ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ مجھ راقم الحروف کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ مجھے بچپن میں ہی خداوند کے رسولِ ہند کے دیدار پا لینے کا شرف حاصل ہو گیا تھا۔ خداوند کے نام کی ستائش ہو۔

سادھو سندر سنگھ کے نقلی آنسو

۱۹۲۲ء کا ذکر ہے جب میں گوجرہ کے ہائی سکول میں نویں جماعت

کا طالبعلم تھا۔ ایک دن جبکہ موسم گلابی تھا ہمارے آئیور ہوسٹل میں یکایک لڑکوں کا شور مچ گیا۔ معلوم ہوا کہ سوامی سندر سنگھ تشریف لائے ہیں۔ (آپ سوامی کے نام سے بھی یاد کئے جاتے تھے) سادھو جی بورڈنگ ہاؤس ماسٹر کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہم سب بھاگ کر وہاں پہنچے تو سادھو جی کے درشنوں سے ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سادھو جی گیروے چوغہ میں گیروہ ہی نظر آرہا تھا ننگے پیر۔ ننگا سر اب سر کے لمبے بال کٹے ہوئے تھے۔ صحت جوان تھی کرسی پر بیٹھے ہمارے طلباء کے ساتھ محو گفتگو تھا۔ اس کے بعد لڑکوں نے سادھو جی کے متعلق ایک گیت گانا شروع کیا۔ گیت گایا جا رہا تھا اور سادھو جی کی آنکھوں سے سفید موتیوں کی نقرئی رنگت جیسے آنسو جو گیا پیراہن پہ سے تیرتے ہوئے پاؤں کو تر کر رہے تھے۔ گیت تھا "تم رہو جی مسیح پہ قائم جیسے رہے سوامی جی"۔ گیت نظم کی صورت میں میرے ہم جماعت عیلے داس کا لکھا ہوا تھا (عیلے داس بعد ازاں کلام - ایس کے پادری بنے تھے) جس کا مضمون سادھو سندر سنگھ کے ساتھ ان کے خاندان کی بدسلوکی اور آپ کا ان ابتدائی آزمائشوں میں خداوند مسیح پر قائم رہنا تھا۔ ہم نے دوران گیت سادھو جی کے آنسوؤں کو انکے عزیزوں کی یاد تصور کیا۔ مگر بات ہماری ناقص قیاس آرائی سے بالکل برعکس اور عجیب تھی۔ ہم نے نظم ختم کی تو سادھو جی یوں ہم کلام ہوئے "بچو! آپ نے جو گیت سنایا ہے وہ اگرچہ آپ کے شوق و جذبے کے مطابق ہے مگر مجھے اس سے سخت

قلبی اذیت ہوئی ہے۔ آپ نے اس نظم میں خداوند یسوع کی تعریف تمجید کی بجائے میری تعریف کر ڈالی ہے جس کے میں لائق نہیں ہوں۔ میں نادم ہوں۔ مجھے یہ رنج اپنی مصیبتوں کی یاد سے نہیں پہنچا جیسا کہ اس گیت میں ذکر ہے"۔ پھر سادھو جی نے تمام حاضرین سے بڑے انکسار و پیار سے کلام کرتے ہوئے تلقین کی کہ تعریف و تمجید صرف خداوند ہی کی موزوں و زیب ہے کیونکہ وہ ہی اس کے لائق ہے۔ انسان نہیں۔ پھر سادھو جی نے دعا کے ساتھ سب کو الوداع کہی اور موضع شنگریالکی جانب روانہ ہوگئے خداوند کے نام کی ستائش ہو۔

ایک عقدہ جو وا نہ ہوا
ایک راز جو افشا نہ ہوا

پنجاب میں سادھو سندر سنگھ کے بشارتی سفروں میں جس ایک مسیحی گاؤں کو سادھو جی کے ساتھ عقیدتمندی کا شرف حاصل رہا ہے وہ ہے موضع بیٹمسن آباد چک نمبر ۲۶۲ ر ب تحصیل سمندری ضلع لائلپور۔ اس مسیحی آبادی کو پیار سے عیلے نگری بھی کہتے ہیں۔ ابتدا میں یہ ایک انگریز سادھو صفات مشنری ایچ۔ ای۔ کلارک کا بڑا چہیتا گاؤں تھا۔ سادھو سندر سنگھ کو بھی اس مسیحی بستی سے بڑا انس تھا سادھو جب بھی جھنگ بار کے بشارتی دورے پر آتا تو اس میں خاص طور پر قیام کرتا۔ اس کی دو اصل وجہ یہ تھی کہ اس گاؤں کے چند بزرگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت مسیحی سادھوؤں کے رنگ میں رچی ہوئی تھی۔ اگرچہ اس جماعت کے

ارکان زمیندار طبقہ سے متعلق تھے تاہم مسیحی سادھن کی روح ان سب پر طاری رہتی تھی۔ سادھو سندر سنگھ کے ورود پر یہ بزرگ کے ساتھ اس طرح مل بیٹھتے تھے جیسے یہ لازم و ملزوم ہوتے ہیں اور سادھو ہمیشہ انہی کے ساتھ بود و باش رکھتا اور کبھی جدا ہوتے یا تنہا ہو۔ اس منقولہ کے مصداق کہ "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔"

سادھو سندر سنگھ نے کبھی کسی کو اپنا شاگرد یا مرید نہیں بنایا تھا۔ مگر جیلانے نگری کی اس درویشانہ جماعت کے ارکان اپنے آپ کو سادھو جی کے چیلوں میں شمار کرتے تھے اور ان کے ساتھ ایک نسبت کو بھی بڑا اعزاز اور برکت کا باعث گردانتے تھے۔ اس سادھو جماعت کے چند بزرگوں کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ بھائی فقیر۔ منشی مرزا۔ بھائی جمال۔ بابا گیانداس۔ منشی کاکا مل۔ بابو بوٹا سنگھ۔ بابو حکم الدین۔ منشی اللہ دتہ یہ سب بزرگ اب دوسرے قالب میں ہیں۔ یہ لوگ سادھو سندر سنگھ کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ بابو بوٹا سنگھ عجیب روحانیت کے مالک تھے۔ ایک سیلانی دوسرے روحانی پیدل سفر کرتے ہوئے سو لیتے تھے۔ ہر وقت دعا کی حالت میں رہتے جاتے تھے۔ اپنے آپ کو سادھو سندر سنگھ کا خاص چیلہ قرار دیتے تھے۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ چائے اور لسی ملا کر پی جایا کرتے تھے اور ان کے کچکول میں جو بھی کھانا لوگ ڈال دیتے تھے ملا کر کھا لیا کرتے تھے مثلاً گوشت شوربا۔ سوجی کا حلوا۔ دال ساگ پات

وغیرہ۔ بابو بوٹا سنگھ کے متعلق یہ روایت ہے کہ یہ بھی انہیں دنوں یکایک گاؤں سے غائب ہو گئے تھے جن دنوں سادھو سندر سنگھ تبت کے دورہ پر روانہ ہو چکے تھے آخری اس بزرگ کے لواحقین نے ان کی بہت تلاش کی مگر ان کا کہیں بھی نشان و پتہ نہ مل سکا اور یہ عقدہ وا نہ ہو سکا۔

سادھو سندر سنگھ ۱۹۲۹ء میں اپنے آخری سفر کے بعد پھر واپس نہ آیا یہ آخری سفر بھی تبت کے کوہستانی ملک کی جانب تھا۔ عقیدتمندوں نے سادھو کی تلاش و جستجو میں اگرچہ بہت ہمت و دوڑ دھوپ کی مگر ناکام رہے۔ سادھو کے ان چیلوں کا خیال غالب رہا ہے کہ سادھو جی نے چونکہ اپنی جسمانی آنکھوں سے خداوند یسوع کو نہ صرف دیکھا تھا بلکہ کئی بار حضورِ اقدس میں حاضر بھی رہتے رہے تھے لہٰذا وہ طبعی موت نہیں مرے بلکہ آپ کوہ ہمالیہ کے کیلاش پربت کے رشی کے ساتھ خداوند مسیح کی آمد ثانی تک گوشہ نشینی اختیار کر چکے ہیں۔ خداوند ہی بہتر جانتا ہے اُسی کے نام کی ستائش ہو۔

ایک راز

میرے بڑے بھائی پادری آئی کریم۔ جاشم صاحب نے مجھے بتایا کہ جب سادھو سندر سنگھ جیلانے نگری میں قیام پذیر تھے تو ان کے چیلوں کے ساتھ مجلس میں انہیں بھی شرکت کا موقعہ ملا تھا۔ اس مجلس کے دوران سادھو جی نے بہت سی عجیب باتیں بتائی تھیں۔ بڑے بھائی اس وقت طالب علمی کی عمر میں تھے مثلاً یہ کہ وہ اکثر فرشتوں کے ساتھ بھی ملاقی ہوتے رہے تھے بعد جسمانی قالب کو چھوڑ کر آسمانی مقاموں میں گئے۔

جہاں اُنہوں نے حیرت انگیز چیزیں دیکھیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ سادھو جی نے بیان کیا کہ وہ ان رازوں کا ذکر عام کھلی تقریروں میں اس لئے نہیں کرتے کہ مبادا بعض اِن باتوں کو مفروضہ سمجھ کر ٹھوکر کھا جائیں یا پھر یہ بھی کہ جذباتی عقیدتمند حدِ مناسب سے تجاوز کر کے خداوند کی تمجید کرنے کی بجائے ان کی تعریف کرنے لگ جائیں جس سے انہیں روحانی اذیت پہنچے۔ ان باتوں کے علاوہ انہوں نے ایک اور عجیب و غریب واقعہ بتایا جو کہ انہوں نے سادھو جی کے اِن چیلوں میں سے ایک بڑے معتقد بھائی فقیر کی زبانی سنا تھا۔ اِس بزرگ نے بتایا کہ یہ واقعہ اُن دِنوں کا ہے جبکہ سادھو سندر سنگھ کو عدم پتہ ہوئے چند برس ہی گزرے تھے۔ بھائی فقیر نے بیان کیا (سادھو جی اس بزرگ کو بھائی فقیر کہتے تھے) "کہ میں ایک اچھے گلابی موسم کی رات کو اپنے گھر علیحدہ انگری میں محوِ خواب تھا کہ یکایک کسی آواز سے بیدار ہو گیا۔ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد میں نے موٹر گاڑی کی آواز سنی جو معلوم ہوتا تھا کہ گاؤں کی طرف آ رہی ہے آواز نزدیک ہوتی گئی۔ میں نے اندازہ کیا کہ موٹر گاڑی گاؤں کے باہر والے تالاب کے پاس سے گزر کر ہمارے گھر کی جانب بڑھ رہی ہے۔ میں نے چارپائی سے اُٹھ کر لالٹین بتی جلانا چاہی مگر بتی خود بخود جل گئی۔ میں بتی لیکر احاطہ کے دروازہ کی طرف بڑھا مگر دروازہ خود بخود کھل گیا اور میں نے باہر سامنے موٹر کار کو کھڑے اور سادھو سندر سنگھ کو دروازہ کی طرف آتے دیکھا۔ سادھو جی نے اندر داخل ہوتے ہوئے مجھے سلام کیا اور رسمی طور پر خیر و

عافیت پوچھنے کے بعد کہا آؤ دُعا کریں۔ دعا کلیسیا کے بارے میں تھی۔ یہ رات کا تیسرا پہر تھا۔ تمام لوگ سوئے ہوئے تھے۔ فضا اور ماحول پرسکون تھے سادھو جی نے دعا ختم کی اور مجھے کہا "میں اب جاتا ہوں آپ آرام یں" اور احاطہ کے دوسرے دروازے سے گاؤں کی اندرونی طرف چلے گئے مجھے ہمراہ گاؤں کی اندرونی جانب جانے کی اجازت نہ دی۔ میں واپس آ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ گھر کی دیوار کے اوپر سے پڑوسن نے مجھ سے پوچھا "بھائی جی یہ کون آئے تھے؟" میں نے جواب میں بتایا کہ سادھو سندر سنگھ صاحب آئے تھے۔ اس نے حیرانگی سے صرف اتنا کہا "اچھا! اس وقت؟" میں بستر پر خاموش بیٹھا ہوا گاؤں سے دور خاموش فضا میں موٹر کار کی آواز سن رہا تھا۔ ہر لمحہ آواز کا کم ہوتے جانا صاف بتا رہا تھا کہ سادھو جی کی کار واپس جا رہی ہے۔ میں نے اسے خواب یا رویا نہیں قرار دیا مگر یہ راز بھی افشا نہ ہوا بلکہ راز ہی رہا۔" خداوند کے نام کی ستائش ہو۔

ذکر ۵

سادھو نظام الدین

سنِ پیدائش:- ۱۸۹۲ء

سنِ شہادت:- ۱۹۴۸ء مورخہ ۲۱ مئی بمقام لاہور۔

سنِ تبدیلی:- اپریل ۱۹۲۱ء

آبائی گاؤں:- موضع منٹگمری والا چک نمبر ۲۴۴ ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور۔

ذکر ۶

حسب و نسب

سادھو نظام الدین ایک مسیحی زمیندار خاندان کے رکن تھے جو کھوکھر کہلاتا تھا۔ آپ کے والد چوہدری جھنڈو ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے جو ۱۸۹۶ء میں ترک سکونت کرکے موضع منٹگمری والا ضلع لائلپور آکر آباد ہو گئے تھے۔ ایک مربعہ اراضی کے مالک تھے۔ چوہدری جھنڈو نہایت سمجھدار دیندار مسیحی کا تعلیمی معیار اس وقت کے تعلیمی انقلاب کے [illegible] جب تیسری جماعت تک تھا۔ آپ کے پانچ فرزند ہوئے جن میں سے نظام الدین سب سے بڑا تھا۔ نظام الدین کا تعلیم کی طرف سے دل اچاٹ ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی چوری کی عادتوں میں مبتلا ہو گیا۔ باپ نے بیٹے کی بے راہ روی کو دیکھ کر نظام الدین کو کاشتکاری کے کام کاج میں لگا دیا مگر چوری کی عادت بھی کاشتکاری کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی گئی۔ عمر بلوغت کو پہنچنے پر باپ نے نظام الدین کی شادی کر دی مگر جلد ہی بیوی فوت ہو گئی مگر کوئی اولاد نرینہ نہ ہوئی۔

ذکر ۷

آبائی گاؤں

سادھو نظام الدین کا آبائی گاؤں موضع منٹگمری والا چک [illegible] ج ب ہے جو ضلع لائلپور میں واقع ہے۔ یہ گاؤں تمام مسیحی زمینداروں کی آبادی ہے۔ پاکستان میں واقع تمام مسیحی زمیندارہ دیہات میں سے سب سے بڑی کالونی ہے۔ گاؤں دو مربعہ زمین کے رقبہ پر آباد ہے۔ زرعی اراضی کا طول و عرض تقریباً پانچ میل سے زائد ہے جو ایک صد اور پچیس مربعہ زمین سے اوپر ہے۔ گاؤں مذکورہ انیسویں صدی کے آخری دہائی نصف کے آخری سالوں میں آباد ہونا شروع ہوا تھا۔ یہاں کے مسیحی لوگ کاشتکار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مختلف اضلاع لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ اور گورداسپور سے آکر یہاں بس گئے۔ یہاں کی کلیسیا اینگلیکن چرچ کی شاخ ہے۔ گرجہ جو سینٹ جونز کے نام سے موسوم ہے کی بنیاد لاہور کے بشپ بزنگ وائٹ بریجٹ کے ہاتھ سے ۲ جنوری [illegible] کو رکھی گئی تھی۔ گاؤں کی کلیسیا کی خدمات سر انجام دینے میں یوں تو بہت سے انگریز مشنریوں کے نام آتے ہیں مگر بزرگان کینٹن ڈبلیو۔ پی ہیرس۔ مس اوگرٹن۔ مس گراہم۔ اور مس کنگ کے اسمائے گرامی قیامت تک درخشاں

رہنگے۔ خداوند کے اِن برگزیدہ خادموں نے اپنی قیمتی زندگیوں کا بہترین حصہ کلیسیا کی روحانی سماجی اور تعلیمی وطبّی نشوونما میں صرف کردیا۔ کینن ویلیوڈی ہیرس کو اگر جھنگ بار کی کلیسیاؤں کو اوج ترقی پر لے جانے کے کارہائے نمایاں کے مدِنظر بابائے کلیسیا کے نام سے یاد کیا جائے تو ایک ادنےٰ سا شکریہ ادا ہوتا ہے۔ مجھ راقم الکتاب کو بھی ان کے زیرِ تعلیم رہنے کا فخر حاصل ہے۔ آپ کے دائرہِ خدمت کا مرکز قصبہ گوجرہ تھا۔

مس اورٹن اور مس گرانس صاحبات نے بطور لیڈی ڈاکٹر برسوں گاؤں کی خدمت بغیر عوضانہ سرانجام دیں اور مس کنگ صاحبہ نے گوجرہ مشن کے زنانہ تعلیمی اِدارہ اور مذہبی درس وتدریس کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اگر ان خدا کی بندیوں کو آسمانی دیویاں کہا جائے تو عین بجا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے وطن کے اعلےٰ درجہ کے آرام وآسائش کو چھوڑ کر مسیحی سادھوؤں کی سی زندگی بسر کرکے خداوند کی کلیسیاؤں کی خدمات سرانجام دیں۔

سادھو نظام الدین کے ذِکر میں اِن مشنریوں کا اذکار اس لئے ضروری ہوا کہ اِن خدّامِ دین کا تعلق خاص سادھو کے گاؤں سے رہا ہے اور نظام الدین کا مقصدِ حیات وُہی ہوگیا جو ان بزرگانِ دین کا تھا نیز سادھو نظام الدین انہی کے ایام میں تبدیل ہوا اور اپنے گاؤں کا پہلا مسیحی سادھو ہوا۔

اس گاؤں میں بڑے بڑے عالم مسیحی پاسبان ہوگذرے ہیں اور اِسی

گاؤں کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ پاکستان کا سب سے پہلا مسیحی شہید اس کا اپنا ہی بندہ سادھو نظام الدین ہو۔ سادھو کو اپنا گاؤں بہت پیارا تھا۔ اس گاؤں میں رومن کیتھولک کلیسیا کے بھی بہت سے خاندان ہیں جن میں سادھو جی اُنکی عقیدتمندی سے دیکھے جاتے تھے جیسے وہ اپنی کلیسیا کے لوگوں میں فادر صاحبان سادھو نظام الدین کو گیروے چوغہ میں دیکھ کر بہت پسند کرتے تھے عموماً گاؤں کے لوگ مسیحی سادھن اختیار کرلینے کے بعد نظام الدین کو "جاموں شاہ" بھی کہتے تھے مگر اب گاؤں والے نظام الدین کو سادھو کے نام سے متصف کرکے یاد کرتے ہیں۔

سادھو نظام الدین کی تقلید میں اور بھی چند سادھو اسی گاؤں میں ہوگذرے ہیں جن کا ذکر آگے چل کر ہوگا۔ یہ گاؤں سادھوؤں اور پادریوں کا گڑھ کہلاتا ہے اِس کے عِلاوہ ایک "مسکین پاسٹر" صلیب برادران کی جماعت ۱۹۵۱ء سے روحانی بیداری کی علمبردار چلی آرہی ہے۔ رومن کیتھولک فادروں کی خدمات بھی مسیحی سادھن کے رنگ میں نمایاں ہیں۔ غرضیکہ سادھو نظام الدین کا آبائی گاؤں پروتسلیم کی مثال ہے جس میں راستبازوں کے عِلاوہ ناراست اور کجرو بھی بستے ہیں۔

ذکر ۸

روحانی تبدیلی

نظام الدین بیوی کی وفات کے بعد چند برس تو اپنے باپ کے ساتھ کاشتکاری کے کام کاج میں لگا رہا مگر دل اور دماغ دنیا کے جھمیلوں سے متنفر ہوتا چلا گیا۔ والد نے بہت کوشش کی کہ نظام الدین کو دوسری بار شادی کرنے پر آمادہ کرے مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوتا۔ وہ دن بدن کاشتکاری کے مشقت طلب اور کھردرے کاروبار سے اکتاتا چلا گیا اور سخت محنت سے جی چرانے لگا۔ نظام الدین کو لڑکپن میں ہی چھوٹی چھوٹی چوریاں کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔ لہٰذا اب وہ جوانی میں زمینداری کے کٹھن کام کی نسبت چوری کے پیشہ کو آسان اور سستا سمجھتا تھا۔ اس کا یقین تھا کہ نقب زنی اگرچہ خطرناک ہنر ہے تاہم اگر ایک رات کامیاب نکل پڑے تو کئی ماہ عیش اور آرام سے گذر سکتے ہیں۔ نظام الدین نے اپنے ہی گاؤں کے پختہ کار چوروں اور نقب زنوں کے کامیاب کارنامے سنے اور دیکھے تھے۔ یہی باتیں اس کے ذہن میں جانشین ہو کر چوری کے کاموں کی استاد؟ بن گئیں۔ اب وہ چھوٹی چوری سے بڑی چوری کے ارتکاب میں ترقی کرنے لگا۔ وہ اس منفعت نفع بخش کام میں کسی اور کو ساتھی

بنانا پسند نہ کرتا تھا۔ اکیلا ہی چوری کرتا اور ایک ہی جست میں مال لے اڑتا۔ چوریاں ہوتی رہیں اور دن گذرتے رہے۔ لوگ نظام الدین کو دیکھتے ہی اپنی چیز دست کو نگاہ میں کرنے لگتے۔ عزیز و اقارب بھی اس سے بیزار اور پریشان رہتے مگر نظام الدین نہ تو چوری کے پیشہ میں ایک ماہر بن سکا اور نہ ہی امیر۔ آخر تیس برس کی عمر کے ایک سنہری دن میں اس کی توبہ کی زندگی کا موڑ آ گیا۔ پنجاب میں اپریل کا مہینہ کسانوں کے لئے روٹی کی کثرت کی خوشخبری کا پیغام لاتا ہے جبکہ چہار اطراف کھیتوں میں گندم کی سرخی سونے کی رنگت کو شرماتی ہے۔ آج نظام الدین کو بھی پکی ہوئی گندم نے للچا دیا۔ چوری کی عادت نے روٹی کی فکر کو دور بھگا دیا۔ درانتی پکڑے ایک زمیندار کے کھیت میں جا بیٹھا۔ گندم کٹ کٹ نیچے گر رہی تھی۔ نظام الدین اردگرد کے ماحول سے بے خبر گندم کی جڑوں پر درانتی چلاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ یکایک کسی نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ یہ تھا کھیت کا مالک جو اس کے علاوہ گالی گلوچ میں طعنہ زنی کا اضافہ بھی کر رہا تھا۔ وہ نظام کو کہہ رہا تھا۔ "بڑے وڈے عیسائی دیندار جاپتے۔ پیو سادھ تے پت چور۔ سو دن چور دا تے اک دن سادھ دا" نظام الدین چوری کے فعل میں پکڑا گیا۔ آج اسے محسوس ہوا کہ وہ آج تک ایک کچا چور تھا۔ اس نے جو پکے چوروں کو دیکھا تھا وہ سب سراب تھا جو سنا تھا افسانہ تھا۔ وہ اپنے باپ کے بارے طنز کو نشتر سے محسوس کر رہا تھا۔ اپنے متعلق

جگ ہنسائی اُس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا وہ عیسائی نہیں چور ہے؟ یہ سوال اس کے لئے حل طلب تھا۔ لفظ "سادھو" کے معنے اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ اُس نے سادھو سندر سنگھ کو دیکھا تھا۔ سکول میں دس حکم بھی سیکھے تھے۔ "آٹھواں حکم چوری نہ" اسے بار بار یاد آرہا تھا۔ گرجہ میں وعظ بھی سنتے تھے مگر آج گندم کے مالک کے یادگار تھپڑ نے نظام الدین کے لئے توبہ کے دروازے کھول دیئے۔ وہ سخت ندامت و شرمساری کے عالم میں کئی روز تک لوگوں کی نظروں سے بچتا رہا۔ اس دوران اس کے ذہن میں "سادھو" اور "چور" الفاظ کے معنی و مفہوم اور ان کی گفتار و کردار کے بارے بحث ہوتی رہی۔ گاؤں والوں نے سمجھا نظام فرار ہے مگر دراصل وہ تبدیل ہو کر چوری کے گناہ سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہو چکا تھا۔

ذکر ۹

چور سے سادھو

۱۹۲۱ء اپریل کا مہینہ۔ بہار کا موسم نظام الدین کی روحانی زندگی میں بہار بنکر آیا اور اس کے خزاں زدہ کردار کو سبزہ زار میں بدل دیا۔ اس کے روحانی جسم میں ہری ہری پتیاں پھوٹ نکلیں۔ ایک دن سہانی

صبح میں وہ اپنے گاؤں سے ایک دوسرے گاؤں کی طرف بڑی تیزی سے جارہا تھا۔ کھیتوں میں سے گذرتی ہوئی ایک سڑک پر بے خودی کے عالم میں کچھ گاتا ہوا رواں دواں تھا کہ پیچھے سے ایک زمیندار چوہدری تارے خان نے اپنے کھیت میں سے آواز دیکر واپس بلا لیا۔ پوچھا "نظام کدھر جارہے ہو؟" اس نے جواب میں بتایا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کو لینے جارہا تھا جو دوسرے گاؤں میں ایک زمیندار کے ہاں کھیت میں مزدور کے طور پر کام کرتا تھا۔ چوہدری تارے خان کے مزید استفسار پر نظام نے انکشاف کیا کہ وہ اپنی اراضی کا تمام کام کاج اپنے بھائی کے سپرد کر رہا ہے بعد خود مسیحی سادھو بنکر انجیل کی منادی کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ چوہدری نے نظام کو سرپھرا سمجھ کر جانے دیا اور سوچا "ہو سکتا ہے چور سادھو بن جائے"۔

اگلے روز بھائی آگیا تو نظام نے باپ کے سامنے کاشتکاری کے کام کی ساری ذمہ داری اس کے سپرد کر دی اور وراثت سے بھی دست برداری کا اعلان کر دیا۔ گاؤں میں جس نے سنا ایک گونجدار قہقہہ لگایا۔ کسی نے کہا کام چور ہے۔ دوسرے نے طنزاً "واہ واہ" کہا "سنو! چوہے کھا کر بلی حج کو چلی"۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ بزرگوں نے اپنوں نے بھی اس کی اس تبدیل شدہ حالت کو مکاری پر محمول کیا ہم عمر جوانوں نے مذاق اور تفریح طبع کا نشانہ بنایا۔ نظام کی خوب پھبتیاں اڑاتے مگر وہ سب کی ان سنی کر دیتا اور اپنے پختہ ارادہ پہ

مردِ آہن کی طرح قائم تھا۔ طعن و تشنیع کرنیوالے اسے اس کی نئی راہ سے متزلزل نہ کر سکے۔ اب اس کے ہاتھ میں انجیل مقدس اور تن پر دیہاتی لباس کی جگہ گیروے رنگ کا چوغہ تھا۔ وہ لفظ سادھ کے معنے سمجھ چکا تھا۔ دونوں وقت صبح و شام اس کے قدم خدا کے گھر کی طرف اٹھتے۔ گاؤں کے پادری صاحب نے بھی اسے بار ہا گرجہ گھر میں حاضر آتے دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کیا۔ دن گذرتے گئے۔ اب لوگ آہستہ آہستہ اس کے بارے میں دلچسپی لینے لگے خاص دوست و مخالف نے اپنی رائے بدل دی کیونکہ سنڈول جسم والا نظام الدین اب چور سے سادھو تھا۔

ذکر ۱۰

نظام الدین کا سادھن

سادھو نظام الدین تیس برس کا تھا کہ اس نے انجیل کے مبشر کی حیثیت سے مسیحی سادھن کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ اب اس کا معمول یہ تھا کہ رات مرغے کی اذان دیتے ساتھ ہی گھر سے نکل کھڑا ہوتا اور گاؤں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زبور گا گا کر چکر لگاتا۔ اکثر لوگ اس کی اس منادی سے خوش ہوتے مگر ایسے آرام پسند بھی تھے جو اس کی صدائے بیداری کو اپنی میٹھی

نیند میں خلل کی شکایت کرتے۔ سادھو نے کلام مقدس کا مطالعہ بھی بڑے جوش و خروش سے شروع کر رکھا تھا۔ وہ اکثر پادری صاحب کے علاوہ میرے والد بزرگوار کے پاس بھی کلام مقدس کے درس و تدریس کے لئے آتا۔ والد صاحب مسیحی ایمان و کلام کے بڑے پابند بلکہ کٹر بزرگ تھے سادھو ان سے کلام کے مشکل مسائل سمجھتا جس سے اس کے سادھن کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی۔ مجھے بھی انہی دنوں سادھو نظام الدین کو نزدیک ہو کر سمجھنے کا موقع ملا۔ چونکہ ہمارا خاندان مسیحی سادھوؤں کا بڑا گرویدہ رہتا چلا آیا تھا لہٰذا مجھے بھی سادھو کے روپ پر بڑا فخر محسوس ہوا۔ ان دنوں میں گوجرہ ہائی سکول میں زیر تعلیم تھا۔ اتفاق سے موسم گرما کی تعطیلات تھیں۔

سادھو کی مشہوری کے باعث گاؤں میں بڑی رونق تھی۔ اکثر عقیدتمند خاندان سادھو کو اپنے گھر پر بلانے کو برکت کا باعث تصور کرتے اور گیتوں اور مسیحی نغموں سے فضا گونج اٹھتی۔ سادھو کے سب سے بڑھ کر پسندیدہ گیت تین زبور ہوا کرتے تھے ایک سو اڑتالیس (۱۴۸ویں) زبور۔ "کرو ستائش یہوواہ ہی دی..." اڑتیس (۳۸ویں) زبور: "غصے نال نہ جھڑکیں..." چالیس (۴۰ویں) زبور: "میں صبر دے نال آس رکھ کے یہوواہ دی کردا انتظاری..." سادھو یہ زبور بڑی بلند اور گرجدار آواز سے گایا کرتا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں اس کے گیتوں میں شریک ہو جاتے اور سادھو کے ساتھ گاؤں میں چکر لگانے میں بھی

اکثر ایسے اجتماع میں شامل ہو جاتے سادھو کے وجود نے گاؤں میں ایک دلچسپ ماحول پیدا کر رکھا تھا۔ عقیدتمندوں کے لئے اس کا حلیہ اب پرکشش ہو گیا تھا۔ بدن پر گیروے رنگ کا لمبا کھلا چوغہ۔ سر پر بڑھے ہوئے لمبے کالے بال۔ ننگے پیر۔ سڈول جسم گندمی رنگ ہاتھ میں انجیل۔ سادھو کیا تھا گاؤں والوں کا ایک مذہبی سرمایہ بن گیا۔ جہاں کوئی بچہ بیمار پڑا ماں سادھو کو دعا کرانے کے لئے لے جا رہی ہے کسی گھر میں کوئی مصیبت آ پڑی تو سادھو سے کلام پڑھوایا جا رہا ہے نیاز کے چاول بٹتے ہیں تو سادھو نظام الدین کو بلاؤ جی۔ برکت کا کلمہ پڑھے غرضیکہ گاؤں والوں کے لئے اپنا ہی گھر کا سادھو پیدا ہو گیا۔ کہیں باہر کے سادھو کا محتاج نہ ہونا پڑا مگر دوسری طرف پرانے یار لوگوں نے نظام الدین کے سادھوپن کو جتنی اہمیت بھی نہ دی وہ کہتے یہ حلوے مانڈے کھانے کا ڈھونگ ہے۔ کوئی یار کہتا "یہ جاموں شاہ بھی کوئی پیر بادشاہ بننا چاہتا ہے"۔ بعض زبان کے تیز گام نے تو یہاں تک ہوا اڑا دی کہ "لوگ چند دنوں تک سن لینگے بڑے سادھو کی کرتوت سادھو بننا کوئی سہل کام نہیں۔ یہ منزل بڑی دور اور کٹھن ہے"۔ سادھو ان تمام طنز و تشنیع کو سنتا اور کہنے والوں کی کوتاہ فہمی پر مسکرا دیتا۔ نظام الدین تبدیل ہو کر چند ماہ میں ہی کافی پختہ کار اور صابر طبیعت کا انسان بن چکا تھا۔ خدا کے روح پاک نے اسے ہر طور تبدیل کر کے بلند کردار و گفتار کا عامل بنا دیا تھا اور اب وہ مسیحی سادھوں کے رنگ میں رنگ

چکا تھا اور خدا کے کلام مقدس کا بیج بونے والا مزدور تھا۔

ماہ اگست یعنی ساون کا مہینہ۔ برسات کا موسم چاندنی راتیں سادھو کے گیتوں کی پرکشش صدائیں ان سب چیزوں نے ملکر گاؤں کی فضا کو پر کیف بنا رکھا تھا۔ سادھو کے زبوری گانوں کی بازگشت راتوں کے پہلے پہروں میں اب بچوں کی آوازوں میں دور نزدیک سے سنی جایا کرتی۔ سکول کے لڑکے سادھو کے بہت گرویدہ اور معتقد ہو چکے تھے۔ سادھو کو لے کر چاندنی راتوں میں گاؤں سے باہر میدان میں چلے جاتے اور سادھو کو درمیان میں اور آپ دائرہ کی شکل میں کھڑے ہو جاتے۔ پھر زبور ۱۵۰ "کرد ستائش یہواہ ہی دی کرد ستائش کرد ستائش" کا گیت بلند آوازوں سے گایا جاتا کہ سارا میدان گونج اٹھتا۔ میں آ کر ناچنے لگتے اور سادھو جی کو بھی خوب نچاتے اور اس طرح زبور ۱۵۰ اور ۱۵۰ ایں کے فرمان خداوندی کی تعمیل ہوتی اور سادھوں کی شان خداوندی کی شرط بھی پوری ہو جاتی۔ یہ مسحور کن منظر دیر تک رہتا پھر سبھی رات کی خاموشی میں آرام دہ نیند کی آغوش میں چلے جاتے۔ اگرچہ ان واقعات کو گذرے آج کم و بیش باون برس کا زمانہ ہو چکا ہے تاہم سادھو نظام الدین (پاکستان میں پہلے مسیحی شہید سادھو) کے آغاز سادھوں کی یادیں بھلائی نہیں جا سکتیں۔

چند عجیب باتیں

ریاضت :- سادھو نظام الدین تھوڑے ہی عرصہ میں خدا کے روح کی قوت سے زور پکڑ چکا تھا۔ وہ ہر روز رات کے پچھلے پہر اٹھ کر منہ ہاتھ دھو کر گاؤں کے گرجہ گھر میں آکر گیان دھیان میں بہت محو ہو جاتا۔ یہاں سے روح کی تلوار سے مسلح ہو کر پو پھٹنے سے پیشتر ہی گاؤں کا چکر لگاتا اور بیدار ہونے والوں کو انجیل کا پیغام سناتا چلتا۔ اب اس کے کلام میں چونکہ کجروؤں کے لئے قدرے سختی و ملامت آ چکی تھی اس لئے بعضوں کو اس کی منادی کڑوی لگنے لگی۔ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک چور سے بنا ہوا سادھو انہیں نصیحتیں کرتا پھرے مگر سادھو کی ترقی یافتہ روحانی استقلال کے سامنے ان کی کڑواہٹ اندر چھپ جاتی۔

ایک روز سادھو رات کے تیسرے پہر سے گرجہ میں پاک میز کے سامنے سربسجود دعا میں مشغول تھا کہ صبح ہو گئی جب جیرا نے آکر دیکھا کہ سادھو پاک میز کے سامنے دو زانو بے حس پڑا ہے اور ایک گدھی اور اس کا بچہ سادھو کے پیچھے خاموش کھڑے ہیں چرچ پہرہ چند لمحے تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا مگر پھر اس منظر کو پاک ترین مقام کی توہین خیال کرتے ہوئے باہر چلا گیا اور دو اشخاص سے شکایت کی جو اس وقت اتفاق سے عبادت خانہ کے باہر موجود تھے۔ انہوں نے بھی اندر جا کر ویسا ہی سین دیکھا تو حیران رہ گئے۔ جذبہ غیرت سے مغلوب

ہو کر انہوں نے گدھوں کو فوراً گرجہ گھر سے باہر بھگا دیا اور سادھو کو ایک نے ہاتھوں اور دوسرے نے پیروں کی طرف سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے گرجہ سے باہر لا کر ڈال دیا اور سادھو کو ترش تیز سناتے ہوئے چلے گئے۔ سادھو بھی زمین پر سے اٹھا چوغہ جھاڑ کر خاموش چلا گیا۔ عجیب بات یہ کہ یہ دونوں صاحبان لکھے پڑھے مسیحی جوان تھے جن کے تصور میں بھی یہ خیال کبھی نہ گذرا تھا کہ بے عقل گدھوں کی نسبت عبادت گاہ کی پاک ترین جگہ کو ناپاک کرنے والے وہ تعلیم یافتہ عقلمند لوگ ہوتے ہیں جو پاک عشا لیتے وقت اپنے جوتوں کے تلووں کے ساتھ سڑکوں کی گندگی اور غلاظت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ سادھو کو گھسیٹنے والوں کا یہ اعتراض تھا کہ سادھو ہی کے سبب گدھوں نے اندر داخل ہو کر گرجے کو ناپاک کر دیا تھا۔ تعجب کی بات یہ بھی ہے کہ ان صاحبان نے بارہا یہ کلام پڑھا اور سنا ہوا تھا کہ "..... تو خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا اے موسیٰ! اے موسیٰ! اس نے کہا میں حاضر ہوں ..... اپنے پاؤں سے جوتا اتار کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس زمین ہے۔" خروج ۳: ۴-۵۔

سادھو اور لوبیس :- سادھو نظام الدین کی ریاضت کے ایام میں اہالیان گاؤں کو ایک سنگین حادثہ کا سامنا ہو گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ سادھو کے گاؤں کے کثیر نوجوان ایک نزدیک کے گاؤں میں میلہ پر گئے ہوئے تھے کہ انکا دوسرے گاؤں کے چند آدمیوں کی طرف سے مذہبی

حقارت پر تصادم ہو گیا جو بڑھتے بڑھتے بلوے کی صورت اختیار کر گیا۔ فریقین نے لاٹھیوں اور مہلک ہتھیاروں کا استعمال کیا۔ دونوں اطراف سے لوگ زخمی ہوئے۔ نتیجہ میں پولیس چڑھ آئی۔ گاؤں والے مجرم گردانے گئے۔ کئی روز سے پولیس کی ایک مسلح جماعت بغرض تحقیقات گاؤں میں گرجہ گھر کے سامنے ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی۔ یقین ہو رہا تھا کہ بیسیوں اہل گاؤں گرفتار کر لئے جائینگے۔ سادھو کو لوگوں پر اس ناگہانی آفت نازل ہونے سے بڑا قلق ہوا۔ خصوصاً گرجہ گھر کے سامنے پولیس کی موجودگی سے اسے بڑی روحانی کوفت ہو رہی تھی۔ اس کے پاس لوگوں کی مدد کے لئے صرف ایک ہی چیز تھی۔ دعا۔ وہ اب صبح و شام خداوند کی حضوری میں سر بسجود ہو کر اہل گاؤں کی بریّت کے لئے دعائیں لگا رہتا۔ آخر ایک دن گرجہ گھر کے پھاٹک پر کھڑے ہو کر سادھو نے پولیس والوں کو یہ پیغام سنایا۔ جناب والا آج سے آٹھویں دن یہاں سے آپ کی نشستیں اٹھ جائینگی۔ کسی نے اس پر قہقہہ لگایا تو دوسرے نے بھائی فتو لے کہا۔ پولیس والوں نے اسے ایک سر پھرے سادھو کی بڑ سمجھا۔ سات دن گذرتے دیر نہ لگی لوگ اور پولیس والے بھی سادھو کے اعلان کو کچھ بھول ہی چکے تھے۔ مگر آج آٹھواں دن تھا اور پولیس والے اپنا سامان باندھ رہے تھے۔ انہیں حکام بالا سے فوراً واپسی کا حکم موصول ہو چکا تھا۔ سامنے سادھو بھی گرجہ کے پھاٹک پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پولیس آفیسر نے سادھو سے

بڑے احترام سے معذرت چاہی اور حق میں دعا کے لئے کہا۔ آج سبھی خوش تھے۔ پولیس والے اس لئے کہ وہ اس گاؤں میں کئی روز سے بیٹھے بیٹھے اکتا گئے تھے اور اب سادھو کی دعا سے وہ گھر جا رہے تھے۔ لوگ اس لئے خوش تھے کہ سادھو کی دعا سے دونوں متصادم گروہوں میں صلح ہو گئی تھی۔ کہنے والوں نے یہ بھی کہا کہ سادھو کی زبان سے نکلے ہوئے بول کبھی بے تاثیر نہیں رہتے۔ سادھو نے کہا خداوند کا فضل ہے۔

سادھو نظام الدین کا روزہ۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ سادھو نے چالیس یوم کا روزہ بھی رکھا تھا۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ سادھو کا چالیس دن کا متواتر فاقہ تھا یا چالیس روزے تھے۔ فاقے اور روزے میں بڑا فرق ہے۔ روزہ چوبیس گھنٹے کے فاقے کو کہا جاتا ہے مگر لگاتار چالیس روز فاقہ روزہ نہیں کہلاتا یہ فاقہ ہی کہلاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک وقت بغیر کھائے پیئے رہنا فاقہ کہلاتا ہے۔ خداوند یسوع کا چالیس دن کا فاقہ روزہ نہیں تھا بلکہ چالیس یومیہ فاقہ تھا۔ کلام میں ایسے فاقہ کی اجازت نہیں روزہ کی ہدایت ہے حضرت موسےٰ کا بھی فاقہ تھا روزہ نہیں تھا جب وہ خدا کے حضور کوہِ سینا پر چالیس دن حاضر رہا۔ دراصل موسےٰ وہاں خدا کا مہمان تھا۔ جو میزبان کی خوراک ہوتی ہے وہی مہمان کی ہوتی ہے۔ موسیٰ کا فاقہ جسمانی خوراک کا تھا۔ خداوند مسیح کا فاقہ بھی جسمانی روٹی کا تھا اسے روزہ کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ خدا

کے ساتھ تھا۔ یہ طویل بحث ہے۔ بہرصورت یہ ماننا پڑتا ہے کہ سادھو نظام الدین نے چالیس مسیحی روزے رکھے تھے اور چالیس یومیہ فاقہ نہیں کیا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ اور خداوند یسوع نے کیا تھا۔

روزہ اور نفسِ اَمّارہ:۔ سادھو کے ایک ہم عمر ساتھی نے مجھے بتایا کہ "میں نے سادھو نظام الدین سے ایک دفعہ پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو جب تمہیں نفسِ اَمّارہ کا مقابلہ پڑتا ہے؟ کیونکہ تمہاری صحت قابلِ رشک ہے۔ تم جہاں جاتے ہو لوگ تمہیں اچھا کھانا دیتے ہیں۔ دودھ مکھن سے تواضع کرتے ہیں" سادھو نے بڑا اطمینان بخش جواب دیا۔ "کہا میرے پاس اس کا بڑا اچھا علاج ہے مگر اس کی شاذونادر ہی ضرورت پڑتی ہے۔ میں تین یوم متواتر شکرہ میں فاقہ کرتا ہوں اور روزہ تو اکثر سفر میں بھی ہو جاتا ہے مگر نفسِ اَمّارہ کو قابو میں لانے کے لئے فاقہ بہترین علاج ہے۔ صرف مسیحی روزہ ہے جو انسان کو توبہ کی طرف مائل کر سکتا ہے کیونکہ مسیحی روزے میں مرغن غذاؤں کا استعمال جائز نہیں" مزید سادھو نے بتایا کہ "میری صحت محض اچھے کھانوں پہ منحصر نہیں ہے بلکہ کلامِ مقدس کی منادی کرنے کی خوشی اور بے فکری خوراک ہیں نیز اکثر ہوا تبدیلی بھی اچھی صحت اور تندرستی کی ممد رہتی ہے مگر سب سے بڑھ کر خداوند کا فضل شاملِ حال رہتا ہے" روزہ کے بارے میں سادھو کے خیالات قابلِ تقلید ہیں۔

روشنی کے گولے:۔ سادھو نظام الدین کی تبدیل شدہ زندگی

کے ابتدائی حالات کی تحقیق کے دوران جب میں نے اُس کے ایک چھوٹے بھائی سے کہا کہ وہ اپنے سادھو بھائی کے بارے میں کچھ معلومات بہم پہنچائے تو اُس نے اس طرح کچھ باتیں بیان کیں کہ "جب بڑے بھائی نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جوگیا چولا پہن لیا تو پہلے پہلے باپ اُس کے سادھو روپ پر بڑا مایوس اور ناراض تھا مگر بعد ازاں سادھو کی رفتہ رفتہ ترقی یافتہ روحانی زندگی سے متاثر ہو کر فخر کرنے لگا۔ تمام اہل گھرانہ بھی ابتدا میں لوگوں کی طعن و تشنیع اور مذاق کے باعث جو سادھو کے متعلق سنتے جاتے تھے احساسِ کمتری کا شکار رہتے جیسے کہ بڑے بھائی سے کسی بداخلاقی کے جرم کا ارتکاب ہو گیا تھا۔ سادھو گھر میں دعا کرتے وقت اکثر پھوٹ پھوٹ کر رویا کرتا اور کوشش کرتا کہ کوئی دیکھ نہ لے"

سادھو کے بھائی نے ایک اور عجیب واقعہ بیان کیا کہ "جب سادھو رخصت میں دن گزار رہا تھا تو ایک رات جب ہم سب ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے تو میں نے نصف شب کے قریب دیکھا کہ سادھو اوندھے منہ بستر پر پڑا ہے اور چند روشنی کے گولے اُس کی چارپائی کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔ اِس منظر سے مجھ پر دہشت چھا گئی اور میں مارے خوف کے باپ کے ساتھ چمٹ گیا کیونکہ میں باپ کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتا تھا اور ابھی چھوٹی عمر کا لڑکا ہی تھا۔ اِس پر باپ نے جاگ جانے کے سبب مجھے ڈانٹا کہ میں چین سے نہیں سوتا۔ مگر مجھے اس عجوبہ کے بارے باپ

کو کچھ بتانے کی جرأت نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنے باپ سے رات کے نظارے کا ذکر کیا مگر اُس نے مجھے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

اس واقعہ کے بعد بھی چند بار رات کو روشنی سے کے گولے سادھو کے گرد اگرد گھومتے ہوئے دیکھے گئے جس سے کمرہ منور ہو جاتا جیسے باپ نے بھی دیکھا مگر کسی سے ذکر نہ کیا"۔ سادھو کے بھائی نے یہ باتیں بڑے جوش اور شوق سے بتائیں اور جب میں نے اُسے بتایا کہ میں سادھو کی زندگی کے یہ واقعات ایک کتاب میں لکھنا چاہتا ہوں تو وہ بہت خوش اور شکر گذار ہوا۔

ذکر ۱۱

انجیل کی مقامی منادی

سادھو نظام الدین نے کم و بیش تیس برس اپنے ہی گاؤں میں انجیل کی منادی میں گذارے اور لوگوں کو مسیحی سادھن کے صبر و تقوے کا نمونہ دکھایا۔ سادھو کی منادی کا انداز بیان چونکہ انتباہ کی صورت میں ہوا کرتا تھا لہٰذا بعض لوگوں کی دنیوی زندگی پر تازیانہ محسوس ہونا شروع ہو گیا۔ سادھو کی منادی کے دو حصے ہوا کرتے تھے پہلا گیت اور دوسرا تقریر۔ جیسا گذشتہ بیان میں بتایا گیا ہے سادھو تین زبور بڑے

جوش اور گرجدار آواز میں گایا کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ خدا کے عطا کئے ہوئے اعضا منہ زبان اور آواز کو خداوند کی ثنا و تمجید میں پورے زور سے استعمال کرنا چاہیئے۔ سادھو چونکہ صحتمند جسم کا جوان تھا اس کے گلے سے ایسی بلند آواز نکلا کرتی تھی جیسے آج کل کوئی لاؤڈ سپیکر چل رہا ہو۔ راتوں کے پچھلے پہروں میں جب سادھو زبور گاتا ہوا گاؤں میں چکر لگاتا تو اس کی آواز دور دور کھیتوں میں ہل چلاتے ہوئے کسانوں کے کانوں میں گونج جاتی اور وہ بھی گیت کے الفاظ گنگنانے لگتے

سادھو نظام الدین زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ اِس عرصہ میں کلام مقدس کے پڑھنے کے قابل ہو گیا تھا مگر تقریر و تفسیر پنجابی زبان ہی میں کرتا تھا۔ اس کی منادی کا زور اس بات پر ہوتا تھا کہ مسیحی خداوند یسوع پر ایمان لانے کا دعویدار ہے وہ اس کے حکموں پر بھی عمل کرے ورنہ وہ مسیحی نہیں۔ انجیل مقدس کو وہ لاڑے (دُولہا) کی چٹھی کہا کرتا تھا۔

اب وقت آگیا تھا کہ سادھو گاؤں چھوڑ کر باہر نکلے۔ کلیسیا کا ایک خاص طبقہ سادھوؤں کی عوامی مقبولیت کو دِل پسند نگاہوں سے نہیں دیکھا کرتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ سادھو جیسا آئے ویسا ہی گرم گرم چلتا بنے سادھو مقامی نہیں ہوتا سیلانی ہوتا ہے۔ کسی سادھو کے طویل قیام سے ایسے خاص طبقہ کے وقار کو دھچکا سا لگتا ہے کیونکہ عوام کی روحانی رغبت مذہبی سربراہوں کی نسبت سادھوؤں کی جانب زیادہ تر ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ گاؤں سادھو کا اپنا گاؤں تھا لہٰذا کسی کو کچھ

نہیں پہنچا تھا کہ سادھو کو چپتا کرے ۔ سادھو نظام الدین کا کہنا تھا کہ جبھی فرمانِ خداوندی ہوگا وہ باہر کی خدمت کے لئے روانہ ہو جائیگا اسے کلامِ یسوع کا منقولہ یاد تھا کہ "نبی اپنے وطن کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا ۔"

تین برس میں سادھو گاؤں کے گرد و نواح میں عام مشہور و مقبول ہو چکا تھا ۔ اسے بارہا بشارتی بلاہٹیں آ چکی تھیں لہٰذا اب اس نے سمجھا کہ خداوند کی مرضی اور حکم ہو چکا ہے ۔ چنانچہ علاقہ کی چھوٹی چھوٹی کلیسائی شاخوں میں سادھو نے گھوم گھوم کر توبہ اور نجات کا پیغام دینا شروع کر دیا ۔ اب سادھو کی دعاؤں سے بیمار بھی اچھے ہوتے تھے ۔ میں نے بھی ایک بیمار بوڑھی عورت کو سادھو کی دعا سے شفا پاتے دیکھا تھا ۔ بیمار پر دعا کرتے وقت سادھو اکثر یہ کلمات مریض کو گا کر سناتا کہ "تار دتا تینوں تار دتا ایمان دی لڑی نے" خداوند کی مرضی سے سادھو چل رہا تھا ۔ غیر مسیحیوں پر بھی گواہی ہوتی رہی ۔ اپنے ضلع کے دور دراز دیہات کے مسیحیوں میں سادھو نے انجیل کا پیغام پہنچا کر روحانی بیداری پیدا کر دی اور اس طرح کچھ عرصہ اسی علاقہ میں کلام سناتا پھرا ۔

ذکر ۱۲

سادھو نظام الدین کے بشارتی سفر

پہلا سفر :- سادھو کا پہلا سفر مارچ ۱۹۲۴ء سے شروع ہوا تھا ۔ اپنے آبائی وطن سے نکل کر وہ امرتسر اور گورداسپور کے اضلاع میں پھرنے لگا ۔ خاص طور پر قصبہ مجیٹھہ اور فتح گڑھ چوڑیاں کے گرد و نواح کے دیہات میں انجیل کا پیغام دیا ۔ ان دنوں فتح گڑھ چوڑیاں میں پادری جوزف ٹھاکرداس سی ۔ ایم ۔ ایس کلیسیاؤں کے مشنری تھے انہوں نے سادھو کی اپنے ساتھ شراکت کو بڑی خندہ پیشانی سے قبول کیا ۔ سادھو نے پادری صاحب اور بابو پربھو داس جو ان دنوں وہاں سی ۔ ایم ۔ ایس کے مناد تھے کے توسط سے بڑی سرگرمی سے مسیحی کلیسیا کی تمام شاخوں میں خدا کے کلام کی منادی کی اور بیماروں پر دعائیں کیں ۔ ایک گاؤں شاہ پور جاجن میں ایک مفلوج کے شفا پانے سے خدا کے کلام کی طاقت کی سارے علاقہ میں بڑی مشہوری ہوئی اور مسیحیوں کے ایمان میں بڑا اضافہ ہوا ۔ سو اس طرح سادھو نے اس علاقہ میں اپنا پہلا بشارتی سفر ایک ماہ میں ختم کیا ۔

دوسرا سفر :- سادھو نظام الدین کا دوسرا دورہ کراچی کا تھا ۔ یہاں بھی سادھو ۱۹۲۴ء میں ہی آیا تھا ۔ ان سالوں میں کراچی کی آبادی کم

بیش ساڑھے تین لاکھ تھی۔ برطانیہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ کئی ایک لحاظ سے یہ شہر یورپ کا شہر نظر آتا تھا۔ دنیا کی ہر قوم کے لوگ یہاں دیکھے جایا کرتے تھے جنکی اپنی زبان تھی مگر ایک قوم کے فرد کا دوسری قوم کے فرد کے ساتھ تبادلہ گفتگو اردو زبان میں ہی اکثر ہوا کرتا۔ سادھو کو یہاں قدرے لسانی دِقت پیش آئی تھی مگر اُس نے زیادہ تر اردو اور پنجابی بولنے والے طبقے میں انجیل کا پیغام سُنایا خصوصاً کراچی کے ڈرگ روڈ۔ کینٹ اور لیرو وغیرہ علاقوں کے پنجابی مسیحی خاندانوں میں ایک ماہ تک قیام کرکے کلام مقدس کی خدمت کی۔

اسی سال کراچی سے واپس ہوکر سندھ اور بہاولپور کے چند مقامات پر بھی انجیل کی خوشخبری اور نجات کی بشارت دیتا ہوا واپس پنجاب آگیا۔

سمر سکول ا۔ سادھو نظام الدین کی روحانی قدروں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ بلا امتیاز و تفرقہ ہر کلیسیا کے مسیحیوں میں جاتا۔ وہ کسی مشن یا کلیسیا کی برتری کا قائل نہیں تھا۔ رومن کیتھولک ہو یا انگلیکن چرچ پریسبیٹرین ہو یا سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ میتھوڈسٹ ہو یا جھنڈا بردار سالویشن آرمی اس کے سادھو کے آئینہ میں سب خداوند کے کھیت کے مزدور دکھائی دیتے تھے۔ اس نے ہر کلیسیا میں جاکر کچھ نہ کچھ سیکھا اور پھر سکھایا بھی ۱۹۲۶ء میں وہ چوہڑکانہ گیا اور وہاں سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ مشن کے سمر سکول میں ایک ماہ تک بائبل شدہ کا کی وہاں وہ غالباً بابو اللہ دتا کے ہاں قیام پذیر رہا کیونکہ یہ بزرگ بھی

سادھو کے اپنے گاؤں کا ایک زمیندار تھا مگر عرصہ سے چوہڑکانہ مشن میں مُناد تھا۔ سادھو کے اِس اقدام سے اِس کلیسیا کے مسیحیوں میں بھی خداوند کی خدمت کا کھُلا موقع ملا۔ اسی سال کے آخر میں فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کے علاقہ کے کبثر مسیحیوں کی طرف سے بار بار بُلاہٹوں پر پھر ایک دفعہ وہاں چلا گیا۔

تیسرا سفر:۔ سادھو نظام الدین نے ۱۹۲۷ء میں اپنے تبلیغی سفر شمال مغربی سرحد کے دور افتادہ علاقوں میں کئے۔ اِن میں سے زیادہ تر پشاور۔ جمرود۔ اور بنوں کے شہری حلقوں کے مسیحیوں اور دُور نزدیک دیہاتی غیر مسیحیوں میں انجیل کی منادی کی اور خداوند مسیح کے خدا کے بیٹے ہونے کی گواہی دی۔ جمرود کے علاقہ میں انجیل سُناتے ہوئے ایک جگہ قبائیلی لوگوں نے بہت مارا پیٹا اور قتل کر ڈالنے کے لئے گھسیٹ کر لے گئے۔ انہوں نے سادھو پر فتویٰ لگا دیا کہ یہ درویش نہیں ہے۔ کافر ہے۔ مگر ایک خداترس بزرگ نے دیکھا کہ جس کتاب کو سادھو پڑھکر لوگوں کو سُناتا ہے انجیل ہے تو اُس بوڑھے پٹھان نے مشتعل ہوئے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ آدمی اہل کتاب ہے کافر نہیں ہے اِسے جان سے مار ڈالنا بڑا بھاری گناہ ہوگا۔ چنانچہ مخالف اپنے ارادہ سے ٹل گئے۔ سو اس طرح خداوند نے اپنے مُناد کو ایک بزرگ رحمدل پٹھان کے ذریعہ بچا لیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بعد میں اُنہی لوگوں کی فرمائش پر سادھو نے خدا کا کلام بڑے جوش و

خروش سے انہیں سنایا اور لوگوں نے بڑے غور و اشتیاق سے سُنا۔ خاص جرود شہر میں رہنے والے مسیحیوں نے سادھو سے کلامِ مقدس کے خاص خاص پیغام سُنے اور سادھو اکثر گھر گھر جاکر مسیحی خاندانوں میں عبادت اور بیماروں پر شفا کی دُعا کرتا رہا۔

سرحدی علاقہ کے ایک اور قبائیلی گاؤں میں سادھو نظام الدین کو ایک جان کا واقعہ پیش آیا۔ وہاں جب وہ لوگوں کے ایک مجمع میں خداوند مسیح کو دنیا کا نجات دہندہ بتا رہا تھا اور اس کے معجزات کا بیان کر رہا تھا تو لوگوں کے نہایت متاثر ہونے کے باعث دو اشخاص تعصب اور حسد سے مغلوب ہو کر سادھو کو جان سے مار ڈالنے کے درپے ہو گئے۔ شام کا وقت تھا وہ سوچی سمجھی تجویز کے تحت سادھو کو کھانا کھلانے اور مزید کلام سننے کے بہانے ایک مکان پر لے گئے اور جب سادھو کلام کی باتیں سنانے کے بعد لیٹا تو کچھ رات گذرنے پر سادھو کو مکان کی چھت پر سے گھسیٹ کر نیچے پچھلی طرف پھینک دیا مگر خدا کی قدرت سے اسے کوئی چوٹ نہ آئی اور وہ وہاں سے بھاگ کر راتوں رات پیدل چلکر محفوظ مقام پر پہنچ گیا۔ (یہ واقعہ سادھو کے بھائی نے مجھے بتایا تھا)

چوتھا سفر:۔ سادھو نظام الدین سرحدی علاقوں سے واپس آکر فتح گڑھ چوڑیاں میں بابو پربھوداس کے ہاں کچھ عرصہ قیام پذیر رہا اور اس کے ساتھ مسیحی جماعتوں میں خدا کی خدمت میں لگا رہا۔ بابو پربھوداس بھی سادھو کے آبائی گاؤں کا زمیندار تھا اور فتح گڑھ چوڑیاں میں مشن کا

منادتھا جیسا کہ میں نے پیشتر بھی ذکر کیا ہے۔ سادھو جب بھی یہاں آتا تو بابو پربھوداس کے پاس ہی ٹھہرتا۔ چونکہ یہ دونو ہم عمر، ہم طبقہ اور خدا کی خدمت کے لحاظ سے ہم پیشہ تھے تو اس نسبت سے سادھو بابو پربھوداس کو "شریک پا" کے نام سے نوازا کرتا تھا۔

۱۹۲۹ء کے شروع میں سادھو نظام یکایک رڑکی (ہندوستان) کو اپنے چوتھے سفر پر روانہ ہو گیا اور اپنی بشارتی دعوتوں کو سرانجام دیتا ہوا سبائی نزد شملہ اپنے مرشد سادھو سُندر سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں پر وہ سادھو آشرم ہے جو سوامی سُندر سنگھ نے مسیحی سادھوؤں کے اجتماع کے لئے بنائی تھی۔ آب وہوا کے لحاظ سے یہ جگہ صحت افزا اور نہایت ہی دلکش ہے۔ ملک کے دُور دراز حصوں سے مسیحی سادھو یہاں آتے اور آشرم میں کچھ عرصہ گذارتے اور سادھو سُندر سنگھ کی صحبت میں روحانی رازوں سے واقف ہوتے۔ مسیحی سادھوؤں کی کٹھن راہوں کو جانتے اور خداوند اور اسکے کلام مقدس کے گہرے اسرار اور رموز کو سمجھتے اور اس طرح جسمانی اور روحانی دونوں حالتوں میں تازہ دم ہو کر واپس اپنے مشن پر لوٹ جاتے۔ سادھو نظام الدین بھی ان میں سے ایک تھا جس نے اس آشرم میں ایک ماہ کا عرصہ گذار کر روحانی قدروں کو جِلا دی تھی۔ سادھو نظام الدین کو یہاں ایک شوق ابھر آیا کہ وہ بھی سادھو سُندر سنگھ کے ساتھ بشارتی مہم پر تبت کے ملک کو جائے۔ اس نے اپنے ایک ساتھی سادھو کے ساتھ مل کر سوامی سُندر سنگھ سے

اپنی آرزو کا اظہار کیا۔ مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی بلکہ سوامی جی نے "تاکیداً" ہدایت کی کہ وہ اپنا بشارتی کام پنجاب ہی میں جاری رکھے۔ سادھو سندر سنگھ نے کسی سادھو کو اپنے ساتھ جانے کی اجازت نہ دی کیونکہ ۱۹۲۹ء میں اُن کا یہ آخری سفر تھا۔ شاید ان کو اس کا علم تھا۔

پانچواں سفر:- سادھو نظام الدین کا پانچواں سفر سکھر (سندھ) اور کوئٹہ کا تھا۔ وہ رُڑکی اور سالی سے واپس فتح گڑھ چوڑیاں آگیا اور کچھ عرصہ یہاں ٹھہر کر کلامِ مقدس کا پرچار کرتا رہا۔ دو برس اگلے دِنوں نہ معلوم وہ کہاں کہاں جاتا رہا۔

[illegible] سادھو نظام الدین اچانک ایک دن میرے پاس سکھر پہنچ گیا۔ ان دنوں میں سکھر بیراج میں ملازم تھا۔ چند دن سادھو میرے پاس ٹھہرا اور پھر سے انجیل کا پیغام سُنانے کے لئے کئی ایک جگہ پر گیا۔ سکھر کا شہر دریائے سندھ کے دائیں کنارے آباد ہے۔ تجارتی شہر ہے۔ ان دنوں بیراج کی تعمیر کے باعث بڑی تعداد میں پنجابی لوگ وہاں کام کرتے تھے ان میں پنجابی مسیحی بھی برسرِ روزگار تھے۔ ان لوگوں نے سادھو کو اپنے درمیان پاکر اور کلامِ مقدس سُن کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

دریا پر ریلوے پل سے نیچے پانی کی جانب تقریباً تین چار فرلانگ کے فاصلہ پر دریا کے بیچ میں ایک چھوٹا سا خشکی کا ٹکڑا ہے جس پر ہندوؤں کا ایک مختصر مندر ہے کئی حجرے جیسے بنے ہوئے ہیں جن

میں ہندو سادھو رہتے ہیں۔ ان سادھوؤں کے ٹھکانوں کی نسبت سے اس جگہ کو سادھ بیلا کہتے ہیں۔ اس کے عین بالمقابل دریا کے کنارے چند گز ہٹ کر ایک مندر اور ہندو سادھوؤں کے ٹھکانے ہیں۔ اس جگہ کو سُکا سادھ بیلا (خشک) کہتے ہیں۔ یہ پارہ سادھ بیلوں کی وجہ سے کٹر ہندو مذہبی لوگوں کی آبادی تھی۔ میں نے سادھو نظام کو بتایا کہ انجیل کی منادی کے لئے یہ جگہ نہایت موزوں ہے کیونکہ وہاں ہندو سادھوؤں کے ٹھکانوں کے باعث بڑی رونق رہا کرتی تھی چنانچہ سادھو نے وہاں کچھ وقت گیت گا کر پیغام سنایا مگر چونکہ سادھو پنجابی زبان میں ہی بول سکتا تھا لہٰذا سندھی لوگ سمجھ نہ سکے سادھو نظام الدین میں یہ ایک لسانی کمی تھی کہ وہ اردو زبان میں تقریر نہیں کر سکتا تھا۔ شاید خدا کی یہی مرضی تھی کہ اُسے یہ توفیق نہ ملی اور خداوند نے اسے صرف پنجابی زبان بولنے والوں کے لئے چُن رکھا تھا۔

سادھو نظام الدین خاموش طبیعت کم گو آدمی تھا۔ وہ کلامِ مقدس سُنانے کے سوا بحث و تمحیص میں پڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ دوسروں کو کلام کے مسائل پر لڑتے جھگڑتے دیکھتا اور سنتا مگر خود خاموش رہتا سادھو میں ایک اور حیران کُن بات یہ تھی کہ وہ جب سوتا تو بہت گہری نیند سوتا۔ میرے پاس ٹھہرنے کے دوران ایک دن سادھو دوپہر کو سویا ہوا تھا۔ میں بیراج کام سے واپس مکان پر آیا تو دیکھا سادھو

نیند کی گہری آغوش میں پہنچا ہوا ہے۔ بڑی زوردار آوازوں سے ساد ھو کو جگایا۔ کھانا کھانا تھا۔ میں نے پوچھا ساد ھو جی! کھانے میں آپ کو کونسی چیز زیادہ مرغوب ہے؟ کہا "دہی" چنانچہ دہی بازار سے منگوایا گیا اور ساد ھو نے جی بھر کر کھانا کھایا۔ ساد ھو کے دہی کو بڑی رغبت سے کھانے پر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو لوگ دہی اور لسّی کھانے پینے کے عادی ہوتے ہیں وہ بڑی گہری نیند سو سکتے ہیں۔ ساد ھو نے ایک اور بات کا اضافہ کیا کہ چونکہ وہ اکثر دن رات بڑی اونچی آواز کی آواز سے زبور گاتا ہے لہٰذا دماغ کو بہت تھکان ہو جاتی ہے جس سے نیند خوب آتی ہے۔ چونکہ ساد ھو زیادہ تر پنجاب کے دیہاتی حلقوں میں بشارتی کام کرتا تھا اس لئے اسے کھانے پینے میں دہی اور لسّی کثرت سے میسّر آتے رہتے تھے۔

ساد ھو سے میں نے پوچھا کہ آپ کا بشارتی پروگرام کیا ہے؟ تو اس نے بتایا اب وہ یہاں سے کوئٹہ جانا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہاں سے بلاہٹ ہے" میں نے حسب توفیق ساد ھو کو کوئٹہ تک کے ضروری اخراجات کے لئے نقدی دی اور وہ سکھر سے کوئٹہ کو اپنی بشارتی مہم پر روانہ ہو گیا۔

الوداع کہتے وقت میں نے ساد ھو کو تاکیداً کہا کہ کوئٹہ سے واپس پنجاب جاتے ہوئے ایک دو دن سکھر ٹھہرتے جانا مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ کوئٹہ میں ان دنوں پنجابی مسیحی بڑی تعداد میں رہتے تھے۔

ساد ھو نظام الدین کے بڑے گرویدہ تھے مجھے معلوم ہوا تھا کہ ان پنجابی مسیحیوں میں ساد ھو کئی دنوں تک انجیل کا پیغام سُناتا رہا۔ وہ کوئٹہ سے لورالائی بھی گیا۔ اس طرح وہ اپنا پانچواں بشارتی سفر ختم کر کے پنجاب لوٹ گیا۔

ساد ھو نظام الدین کا ایک جادوگر سے مقابلہ

اس واقعہ کا مختصر حال مجھے جناب ڈبلیو۔ ڈی۔ چوہدری۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی سے معلوم ہوا جنہوں نے پاکستان کے مشہور مسیحی ساد ھو فیناس کی زبانی سُنا تھا۔ جناب ڈبلیو۔ ڈی۔ چوہدری صاحب ضلع شیخوپورہ کے ایک مسیحی زمیندار ہیں۔ آپ کی مستقل سکونت بہار کالونی لاہور میں ہے۔ آپ پاکستان آرمی سروس کی نسبت سے ضلع لاہور کی ایکس۔ مین یونین کے سیکرٹری جنرل بھی ہیں۔ آپ چونکہ معہ خاندان مسیحی مذہب کی روحانی قدروں کے سرگرم عامل چلے آرہے ہیں لہٰذا لاہور شہر میں وارد ہونے والے مسیحی ساد ھو و مبشر عموماً آپ کے ہاں ٹھہرا کرتے ہیں۔ خداوند کے برگزیدہ ساد ھو فیناس جی تو خاص طور پر چوہدری صاحب کے محترم ہیں اور ساد ھو نظام الدین کے ہم پیشہ اور قریبی دوست تھے۔ ان دونوں اصحاب کے معتبر بیان کے مطابق واقعہ اس طرح ہے کہ

ساد ھو نظام الدین دو مسیحی نوجوانوں کے ہمراہ شہر کے پر رونق

علاقہ میں جا رہا تھا کہ اُس کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں ایک جادوگر ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنے جادو کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ جادوگر نے زمین پر آگ سے دہکتے ہوئے لکڑی کے کوئلوں کا ایک مستطیل شکل کا ڈھیر لگا رکھا تھا اور اس پر ننگے پاؤں چلکر لوگوں کو حیران و ششدر کر رہا تھا۔ سادھو نظام الدین بھی ایک کونے میں کھڑا تماشہ دیکھنے لگا۔ نہ معلوم کیا جواز تھا کہ جادوگر نے پہلے چوغہ والے سادھو پر ایک سطحی نظر ڈالتے ہوئے ایک زوردار آواز سے سادھو کو چیلنج کیا کہ "اگر تو ربّ دا بندہ ایں تے اگ اُتے چل کے وکھا" سادھو نے جادوگر کا چیلنج قبول کرتے ہوئے اسے تھوڑا انتظار کرنے کی ہدایت کی اور خود پاس پاس ہی بہتی ہوئی نہر کے کنارے پر جا کر چند ساعت بسجدہ دعا کی اور پھر واپس آکر جادوگر کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر اپنے ساتھی مسیحی بھائیوں کو ننگے پاؤں چلا دیا۔ سادھو کا یہ معجزہ دیکھ کر لوگوں کا سارے کا سارا مجمع ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ خود جادوگر نے ندامت اور پشیمانی کے الفاظ میں سادھو سے معافی مانگی۔ سادھو نے جادوگر کی خداوند کی تکفیر کرنے پر سخت سرزنش کی۔ بائبل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ کئی بار جادوگروں کو زیر کیا۔ حضرت موسٰے نے مصر کے ایلیا نے بعل کے جادوگروں کو تہہ تیغ کیا۔ رسولوں کے سامنے جادوگر ٹھہر نہ سکے۔ سادھو سندر سنگھ نے ایک بڑے خطرناک جادوگر کو شکست فاش دی۔ یسوع نام کی ستائش ہو۔

ذکر ۱۳

سادھو نظام الدّین کے پیروکار

اگرچہ سادھو نظام الدّین کے کوئی دستوری شاگرد نہیں تھے تاہم اس کے سادھن سے اس کے اپنے ہی گاؤں میں چند انسان روحانی طور پر شدّت سے متاثر ہوئے۔ اُن میں سے تین کی زندگیوں میں ایک ایسا حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا کہ وہ روحانی تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں کی فضاؤں میں اُبھر آئے اور سادھو نظام الدّین کے نقشِ قدم پر گامزن ہو گئے۔ دُنیا والوں کی زندگیوں میں دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی گنہگار توبہ کرکے خدا کی راہوں پر چلنے لگے تو ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہوتی جو ایسے نجات یافتہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے لگتے ہوں۔ اس کے گذشتہ گناہوں کی یادوں سے اُس پر سنگباری نہ کرتے ہوں۔ گونج دار قہقہے لگا کر مذاقیہ ناموں سے نوازتے نہ ہوں۔ اِن تین توبہ یافتہ اِنسانوں کو بھی ایسے ہی دل آزار حالات سے گذرنا پڑا۔ میں نے ان تینوں کی تبدیل شدہ زندگیوں کو بچشم خود دیکھا تھا اور چاہا کہ سادھو نظام کے ساتھ اس کے اِن پیروکاروں کا ذِکر بھی کر دوں جو مختصر طور پر درج ہے۔

۱۔ منادھو رحمت مسیح :۔ یہ ایک بارہ سال کا لڑکا تھا۔ باپ کا نام جواہر اور ماں کا نام پریمی تھا۔ ان پڑھ مگر نہایت شریف اور سیدھے سادے لوگ تھے۔ جواہر ایک کسان مُزارعہ تھا جو زمینداروں کی اراضی نصف بٹائی پر لیکر کاشت کرتا۔ رحمت مسیح ماں باپ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ جب اس نے ہوش سنبھالا تو باپ بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ باپ کے کاشت کردہ کھیتوں اور نہر کے درمیان ایک پیلو کے درختوں کا قطعہ تھا۔ گرمیوں کے ایام میں دوپہر کے وقت رحمت اپنی بھیڑوں کو ایک بوڑھے وَن (پیلو کا درخت) کے گھنے سایہ تلے لا بٹھاتا آپ بھی آرام کرتا اور بھیڑوں کو بھی ٹھنڈا کرتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ رحمت سخت گرم دوپہر کو درخت کے نیچے اپنی بھیڑوں کے ساتھ محوِ خواب تھا کہ کسی نے اسے کندھے سے ہلا کر جگایا کہ "اُٹھ! جا! انجیل کی منادی کر!" رحمت اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کسی کو نہ دیکھا مگر آواز سُنی۔ گھبرا کر بھیڑیں لے کر گھر آگیا۔ ماں باپ کو یہ ماجرا بتایا۔ انہوں نے تھپکر دم دلاسا دیا مگر خود پریشان ہونے لگے۔ اگلی صبح رحمت نے بھیڑوں کو چرانے کے لئے جانے سے انکار کر دیا اور ماں باپ کو صاف الفاظ میں بتا دیا کہ اُسے فرشتے نے حکم دیا ہے کہ "انجیل کی منادی کر!" "لہٰذا میں اب اور کوئی کام نہیں کر سکتا"۔ رحمت نے ساتھ ہی والدین کو آگاہ کر دیا کہ وہ دس دن کا روزہ رکھیگا بیشتر اس کے کہ انجیل کی منادی شروع کرے۔ رحمت کے اس خیال سے اس کے والدین بڑے دِلگیر اور مایوس ہو گئے۔

خصوصاً اس کی ماں بھاگی بھاگی ہمارے گھر آئی اور میرے والد کو سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ انہوں نے خدا کی مرضی کہا اور قناعت و صبور ہونیکی تلقین کی۔ رحمت کا باپ جواہر ہمارا مُزارعہ تھا۔ عموماً اہم امور میں میرے والد صاحب کے پاس آکر مشورہ لیتا۔ لیکن آج رحمت کی ماں کو کسی بھی دلجوئی سے تسلی اور تشفی نہ ہوئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا لختِ جگر فقیر بن کر در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرے۔ اس کی چاہت اور اُمید تو تھی کہ بیٹا جوان ہوگا۔ کام میں باپ کا ہاتھ بٹائیگا۔ وہ اس کا بیاہ رچائیگی۔ بہو گھر میں لائیگی۔ اس کے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ ماں کے آنسو بیٹے کے اِرادہ کو متزلزل نہ کر سکے۔ رحمت نے اگلے دِن دس دن کے فاقہ کا اپنے گھر والوں سے یہ اہتمام کرایا کہ ایک کمرہ خالی کرا کر اس میں ایک لوٹا پانی کا اور مُٹھی بھر جَو رکھوا لئے اور ایک چھوٹی چٹائی بچھوا لی گئی۔ رحمت نے اپنے الفاظ میں دُعا کی اور ہاتھ میں انجیل لیکر کمرہ میں چٹائی پر جا بیٹھا۔ ماں باپ کو سخت تاکید کی کہ کمرہ کو باہر سے مقفل کر کے چابی محفوظ رکھ لیں اور دسویں روز سورج غروب کے بعد اُسے کمرہ سے باہر نکالیں۔ رحمت مسیح کے اس روزہ کے اعلان کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے گاؤں میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق اُسے دیکھنے آتے اور اپنی اپنی رائے کا اظہار کر کے چلے جاتے۔ کسی نے کہا "منگتا جوہر سے لے گیا اے"

کسی جذباتی نے یہاں تک کہہ دیا کہ "بھوک سے مر گیا۔ سیدھا بہشت میں گیا" ایک اور نے اس طرح تصدیق کرنے کی کوشش کی "ہاں جی! بھیڑ بکریاں چرانے والے ہی نبی ہوا کرتے تھے" عورتوں نے کہا "ماں کا لاڈلا بیٹا تھا۔ فقیر ہو گیا" ماں باپ نے گاؤں کے پادری سے رحمت کے حق میں دعا کرنے کی درخواست کی۔ وہ نہایت ہی فکرمند تھے کیونکہ رحمت کا بارہ یا چوبیس کا روزہ نہ تھا دس یوم کا فاقہ تھا۔

آج رحمت مسیح کے فاقہ کا دسواں روز تھا۔ کوئی بھوک ہڑتال تو نہ تھی کہ پولیس کو اطلاع دینے کی ضرورت پڑتی۔ ایک مسیحی کا روزہ تھا۔ کمزور دل لڑکیوں کو خدشہ تھا کہ بیچارا رحمت بھوک پیاس کے مارے مر نہ گیا ہو۔ جوں جوں شام قریب آ رہی تھی ماں باپ کا اضطراب و انبساط ملا جلا انتظار طویل ہوتا جا رہا تھا۔ ماں کو خوشی بھی تھی کہ اس کا لال تھوڑی دیر میں باہر نکل کر اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیگا اور خدشہ بھی تھا کہ حالات برعکس نہ ہوں دونوں احساسات سے بیچاری کا کلیجہ دھک دھک کر رہا تھا۔ لوگ صبح ہی سے باتیں کر رہے تھے کہ شام کو رحمت باہر نکلیگا۔

آخر شام ہو گئی۔ سورج اپنی آخری شعاعیں پھینکتا ہوا الوداع کہہ رہا تھا۔ لوگ رحمت کے گھر جمع ہو گئے۔ میں بھی گیا بچے لڑکے لڑکیاں بھاگے آئے کیونکہ نیاز بھی بٹنی تھی۔ میٹھے چاولوں کی دیگ پک کر تیار ہو چکی تھی۔ پادری صاحب بھی دعا کے لئے حاضر تھے رحمت

کو پہنانے کے لئے ایک جوگیا چولا بھی تیار پڑا تھا۔ غرضیکہ اب ہر شخص رحمت کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھا۔

آخر جوں ہی سورج نے اپنا چہرہ مغرب میں چھپایا رحمت کے بند کمرے کے تالے پر چابی نے ایک گردش کی۔ دروازہ کھولا گیا تو دو نوجوانوں نے دوڑ کر روزہ دار رحمت مسیح کو فرش پر سے اٹھایا۔ سہارا دے کر باہر لے آئے۔ نحیف و لاغر رحمت مسیح مسکرا رہا تھا۔ "یسوع مسیح کی جے" کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ ماں باپ پر مبارکبادیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ماں نے بیٹے کو گلے لگایا تو اس کی آنکھوں سے خوشی کے مارے آنسوؤں کے موتی ٹپ ٹپ نیچے گر رہے تھے۔ باپ نے بھی بیٹے کو پیار کیا۔ عزیز بھی آئے رشتہ دار بھی۔ سبھی نے سر پر پیار دیا۔ دعائیں دیں۔ رحمت مسیح کو گرم پانی سے نہلایا دھلایا گیا۔ پیلا چولا پہنایا گیا۔ اب پھر "یسوع مسیح کی جے" کے نعرے گونج اٹھے۔ اب رحمت مسیح خداوند کے سادھو ہونیکا درجہ پا چکا تھا۔ ماں باپ نے رحمت مسیح کے کامیاب دس یومیہ روزہ کے لئے میٹھے چاولوں کی نیاز بانٹنے کی منت مان رکھی تھی جو تیار تھی۔ پادری صاحب نے شکرگزاری کی دعا کی۔ نیاز بٹنے لگی بچے لڑکے لڑکیاں چاولوں کی تقسیم پر پل پڑے۔ رحمت مسیح اب مسیحی سادھو تھا اور سادھو نظام الدین کی پیروی میں گاؤں ہی میں انجیل کی منادی کرتا رہا۔

٢- الیشرماہ یہ شخص جب میں نے اِسے پہلی بار دیکھا کوئی تیس برس ایک کا تھا۔ اکیلا دم تھا۔ اپنے رشتہ داروں کے پاس رہتا اور مویشی چرایا کرتا تھا۔ بچارا ایک ٹانگ سے لنگڑا تھا۔ لاٹھی کے سہارے چلتا پھرتا۔ درمیانہ قد۔ چھریرہ جسم۔ موٹی اور کھردری جلد والا چوڑا سا چہرہ۔ اس پر سیاہی مائل مونچھیں۔ موٹی موٹی سرخ آنکھیں۔ چیختی ہوئی باریک آواز۔ غرضیکہ قسمت کا ایک ستم رسیدہ انسان تھا۔ طرہ اس پر یہ کہ بچے تو رہے ایک طرف اچھے بھلے بڑے بھی اس کے اس بھونڈے حلیہ پر آوازے کستے۔ چھیڑ چھاڑ سے نوازتے جس کے جواب میں وہ تنگ آکر گولا باری کی جگہ گالی باری کرتا اور اونچی چیختی ہوئی باریک آواز سے غلاظت اُگلتا کہ تمام گرد و پیش کی فضا مکدر ہو کر رہ جاتی۔ اس کی لمبی لمبی غلیظ گالیاں زبانی و خیالی زناکاری کے کھلے معانی و مفہوم سے پُر ہوتیں۔ جب وہ اس غصیلی حالت میں دُور سے دکھائی دیتا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی چڑیل چیخ چلا رہی ہو۔ اس کی گولا باری سے چھیڑ چھاڑ کرنے والے نو دو گیارہ ہو جاتے۔ میں خود ایک دفعہ اس غریب کو چھیڑ بیٹھا۔ لڑکپن تھا۔ نادان عمر۔ ایک دن بیچارا الیشر ہمارے کھیتوں میں مویشی چرا رہا تھا۔ اتفاق سے میرا بھی اُدھر سے گزر ہوا۔ موقع غنیمت سمجھتے ہوئے میں نے اس پر ایک موثر آوازہ کس دیا۔ اس کے جواب میں اُس نے پہلے تو مجھے گھوم کر دیکھا۔ پھر سرخ سرخ آنکھوں سے گھور گھور کر دیکھا جیسے کہ مجھ پر ابھی حملہ آور ہوا چاہتا

ہے۔ میں نے بھی آوازے کو زیادہ کس کر دہرا دیا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ میرے اس رویہ پر سیخ پا ہو کر وہ میری طرف لپکا۔ میں ایک جست لگا کر دور بھاگ نکلا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو لنگڑا الیشر اپنی لاٹھی کے سہارے میرے تعاقب میں لنگڑی دوڑ دوڑ رہا تھا۔ اگرچہ میں مطمئن تھا کہ بیچارہ معذور الیشر مجھے پکڑ نہیں سکتا مگر میں گاؤں کی طرف تیز رو چلتا ہوا محسوس کر رہا تھا کہ میرے پیچھے بڑی بڑی غلیظ گالیوں کا ایک ایک ہجوم بھاگا چلا آ رہا ہے۔ بیچارہ الیشر ہار کر پیچھے رہ گیا۔ دراصل وہ جیت گیا تھا کیونکہ اُسے بلاوجہ تنگ کرنے اور اس کے عوض اس سے گندی گالیاں سننے سے مجھے سخت ندامت اور ذہنی کوفت ہوئی جس سے میں بہت پشیمان ہوا۔ سکول کے شریر لڑکے اسے پکڑ کر گھسیٹتے اور اُسے بدروحوں کا لشکر کہتے۔

الیشر نے اپنی زندگی کے کئی سال ایسی ہی تاریکیوں میں گذار دیئے وہ سادھو نظام الدین کو گاؤں میں چکر لگاتے دیکھتا۔ اس کے گیتوں کی گرجدار آواز سنتا۔ اس کی انجیل کی منادی کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ مگر وہ یہ نہ جان سکا کہ نظام الدین سادھو کیسے بن گیا۔ وہ تو یہ تھا یا وہ تھا! کچھ عرصہ الیشر نے اسی تذبذب میں گذار دیا۔ پانی کا قطرہ قطرہ پتھر پر گرتا ہے تو آخر اس میں سوراخ کر دیتا ہے۔ الیشر پر بھی آخر سادھو نظام الدین کی بشارتی صدائیں کارگر ثابت ہوئیں۔ اب وہ لنگڑاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا۔ گرجہ میں اس کے ہمراہ جانے لگا۔

آتا جاتا تو اسے کچھ نہ تھا۔ سفید ان پڑھ مگر جس پر خداوند کا فضل ہو جائے وہ تو سب کچھ ہی ہو جاتا ہے۔ اُس نے سوچ سمجھ لیا کہ وہ اکیلا دم ہے وہ کس لئے اور کون اس کے لئے! یہ سوال اس کی سوچ بچار میں اب حل ہو چکا تھا۔ اس نے دل میں فیصلہ کر دیا کہ "یہ دنیا میرے کام کی نہیں" اس پر راز کھل گیا کہ اس کے معذور جسم میں جو بستا ہے وہ خدا کا دم ہے اور وہی وہ ایشر ہے۔ اُسے اپنی روح کی فکر ہو گئی کہ اسے جہنم سے بچائے۔ اُس نے اپنی گذشتہ زندگی سے ایک ایسی مثالی توبہ کی کہ لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ اُس پر خداوند کا ڈھیروں فضل ہو گیا۔ اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ اب لوگ اس کی طرف گھور گھور کر دیکھتے تو وہ مسکرا دیتا۔ کیونکہ اب وہ بہتوں سے آگے بڑھ چکا تھا۔ وہ بھی پیلا چولا پہن چکا تھا۔ باقاعدہ گرجہ میں عبادت کرتا۔ پاک کتاب لیتا۔ اب اس کے چہرہ پر ایک پرسکون چمک تھی۔ وہ سادھو نظام الدین کی عدم موجودگی میں گاؤں ہی میں زندگی بھر منادی کرتا رہا۔

۴۔ عزیز مسیح:۔ یہ ایک زمیندار خاندان کا فرد تھا۔ باپ کا نام ملّا تھا۔ چوہدری ملّا ضلع سیالکوٹ سے آمدہ کھوکھر خاندان کا بزرگ تھا۔ خاندان کے تقریباً تمام افراد ماسوائے عزیز اونچی سطح کے تعلیم یافتہ ہوئے ہیں۔ عزیز نہ صرف ان پڑھ ہی تھا بلکہ کچھ فاتر العقل بھی تھا۔ جوانی کی عمر میں بھی کوئی اتنی سوجھ بوجھ نہ تھی بلکہ اپنی خود مختیاری پر گھر کے کام کاج سر انجام دے سکے۔ باپ کا سایہ لڑکپن میں ہی سے اٹھ

چکا تھا۔ دوسرے دو بڑے بھائی اپنی ملازمت پر باہر دوسرے شہروں میں رہتے تھے۔ زمینداری کے کاروبار کی ذمہ داری نبھانا عزیز کے بس کا روگ نہ تھا۔ ایک سب سے بڑی کمی اس کی مفلوج سی زبان کی وجہ سے یہ تھی کہ وہ اپنے خیالات و جذبات کا اظہار واضح طور پر نہ کر سکتا تھا۔ بات کرتے ہوئے بچوں جیسے مسلے کچلے الفاظ زبان سے نکلتے۔ سننے والوں کو اس کی کہی ہوئی بات کے سمجھنے میں دقت پیش آتی۔ اڑوس پڑوس کی عمر رسیدہ عورتیں اسے عزیز کی بجائے "دسے جیج" کے نام سے پکارتیں۔ شریر لڑکے اسے شرارتوں میں استعمال کرتے۔ اس کی نیک و بد میں لاشعوری کے باعث فائدہ اٹھاتے۔ گھر والوں کو عزیز بڑا عزیز تھا اگرچہ وہ جسمانی اور روحانی طور پر ایک اُدھورا انسان تھا۔ اس کی قیمتی عمر کا حصہ یونہی گذر گیا۔

سادھو نظام الدین کے سادھن نے ایک دن عزیز مسیح کو بھی اپنے بشارتی جال میں پھانس لیا۔ اس کے بے شعور دل و دماغ پر مسیحی سادھن کا رنگ چڑھنے لگا۔ آہستہ آہستہ خوابیدہ روح نے آنکھیں کھولیں۔ عزیز نے دیکھا اور محسوس کیا کہ باطن زنگار آلودہ ہے۔ زندگی نے پلٹا کھایا۔ سادھو نظام الدین کی نقل کرنے لگا۔ ہاتھ میں انجیل تھام کر گاؤں میں چکر لگاتا اپنی مفلوج سی زبان سے سادھو نظام الدین کے گیت دہراتا بچوں

کی نظر میں تفریحِ طبع کا سامان تھا لیکن اہلِ بصیرت نے کہا "لو یہ بھی بدلا" کسی نے کہا "اب یہ عزیز نہیں ہے سادھو نظام الدین کا چیلا ہے"

اب عزیز مسیح ایک سیدھا سادہ مکمل مسیحی تھا۔ باقاعدہ عبادت کے کیلئے گرجہ میں آتا۔ اپنے بچوں کو بھی صاف ستھرے کپڑوں میں ساتھ لاتا۔ پاک عشاءِ ربانی میں شریک ہوتا۔ جب سادھو نظام الدین اپنے بشارتی دوروں سے واپس گاؤں آتا تو یہ اس کے ساتھ ہو لیتا۔ نظام الدین کی عدم موجودگی میں عزیز مسیح اس کا کردار ادا کرتا۔ اگرچہ وہ اپنے گاؤں سے باہر انجیل کی منادی کے لئے کبھی نہ گیا تھا مگر وہ گاؤں میں ہی پھر کر خداوند کے نام کی منادی کرتا اور انجیل سناتا۔ ہر دم یسوع یسوع کا نام اُس کے وردِ زبان رہتا۔ پیلے چولے کی بجائے وہ سفید رنگ کا لمبا چوغہ پہنتا۔ لوگ اس کو اب عزیز سائیں یا سائیں عزیز کے نام سے پکارتے۔ یہ بھی خداوند میں بہتوں سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ اس کی تاریک زندگی کی تمام فرحات اور قدورتیں مِٹ چکی تھیں۔ اور روحانی قدریں اُجاگر تھیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھا اُن میں معرفت کی چمک اور روحانی اطمینان کی جھلک نظر آتی تھی۔ وہ ہر سبت کی پہلی صبح اور سنیچر کے دن کی شام کو اپنے کندھے پر جھنڈا اُٹھائے ہوئے سارے گاؤں میں ایک چکر لگاتا کہ خداوند کے سبت کو ہر ایک عبادت کے لئے گرجہ گھر میں حاضر ہو۔ عزیز مسیح نے اپنی بقایا زندگی خداوند

کی خدمت میں اِسی طرح گذاری + "اس لئے اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے۔ پُرانی چیزیں جاتی رہیں۔ دیکھو وہ نئی ہو گئیں" + ۲ کرنتھیوں ۵: ۱۷ +

میں نے ان تینوں بدلے ہوئے اِنسانوں کا ذِکر سادھو نظام الدین کی سوانح حیات میں اِس لئے کر دیا کہ یہ تینوں روحیں اس کے سادھن کی بدولت خداوند کی طرف مڑ گئیں ان کی انجیلی گواہی سے بہتوں کا بھلا ہوا اور بعضوں نے اِن کو دیکھا۔ سُنا۔ مگر جہنم کا ایندھن ہی ہے۔ خداوند کے یہ برگزیدہ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء کے سالوں میں پیدا ہوئے ہیں اور یکے بعد دیگرے خداوند میں سو گئے۔

" مگر جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی نہایت زیادہ ہوا" رومیوں ۵: ۲۰ خداوند کے نام کی ستائش ہو۔

ذکر ۱۲

سادھو نظام الدین کی شہادت

سادھو نظام الدین کے شہید ہونے کی تاریخ ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء بمقام لاہور ہے۔ یہ وہ ایام تھے جب پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے ایک سال گذر چکا تھا۔ اگرچہ تقسیم ہند کے قانون میں فرقہ [illegible] آبادیوں کے انتقال کی کوئی شق نہیں تھی تاہم مذہبی منافرت

کے باعث اِدھر اُدھر کے بے شمار لوگ ترک سکونت کے لئے مجبور تھے۔ خصوصاً مشرقی پنجاب کے مسلمان بے حد ظلم و تشدد کا نشانہ بنے مہاجروں کا ایک بے پناہ سیلاب مغربی پاکستان میں اُمڈ آیا۔ حکومت پاکستان کی ساری انتظامیہ نظم و نسق اور مہاجروں کو سنبھالنے میں ہمہ تن مصروف تھی۔ پاکستان میں مسیحیوں اور مسلمانوں میں کسی قسم کی مخاصمت یا منافرت پائی نہیں جا رہی تھی کیونکہ پاکستان کی سرزمین پر رہنے والی مسیحی اقلیت نے مسلم اکثریت کے ساتھ آباد رہنا پسند اور قبول کر لیا تھا۔ مسیحی سیاسی لیڈروں نے پنجاب کی تقسیم کے سوال پر پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تھا اور ساری مسیحی قوم مسلم اکثریت کے ساتھ تھی۔

پاکستان بھر میں مسیحی اقلیت کے افراد کی جان و مال محفوظ رہے کیونکہ ہر حکومت خدا کے حکم کے مطابق قائم ہوتی ہے۔ اگرچہ اُس افراط و تفریط کے دور میں تقریباً ہر طبقہ رہن سہن کے لحاظ سے متاثر ہوا مگر اجتماعی حالت میں مسلم اور مسیحی کے درمیان کسی قسم کی قومی یا مذہبی کشیدگی نہیں تھی بلکہ مسیحی لوگ بھی مسلمان خدمت گاروں کے شانہ بشانہ مہاجروں کو سنبھالنے میں مصروف کار تھے۔ میں راقم الحروف خود ان دنوں لاہور سول سپلائز محکمہ میں ملازم ہوتے ہوئے مہاجر کیمپوں کے لئے راشن سپلائی کے فرائض پر مامور تھا۔ لہٰذا سادھو نظام الدین کی مسیحی شہادت کے بارے یہ قیاس آرائی کرنا کہ یہ واقعہ پاکستانی مسیحی اور مسلم کے درمیان قومی یا مذہبی منافرت کا باعث تھا درست نہیں ہے

سادھو نظام الدین کی شہادت کسی سازش کا شاخسانہ بھی نہ تھا۔ بلکہ خالص انجیل کی منادی اور یسوع نام کی گواہی کا انعام تھا۔ ایک آگ تھی تاکہ سادھو کے سادھن کی رہی سہی کمزوریاں جل کر راکھ ہو جائیں اور نظام الدین اپنے خداوند کے سامنے تایا ہوا کندن سونا بن کر نکلے۔ وہ شہید ہونے کے آخری لمحہ تک ایماندار رہا اور زندگی کا تاج پا گیا۔

سادھو نظام الدین اپنے لاہور کے بشارتی دورے کے دوران ایک مسیحی قبرستان کے چوکیدار کے ہاں قیام پذیر تھا۔ یہ جگہ ٹرنک روڈ پر جو لاہور سے امرتسر کو جاتی ہے واقع ہے۔ یہ علاقہ بدھو کا آوا کے نام سے موسوم ہے۔ سادھو اپنے معمول کے مطابق انجیل مقدس کو ہاتھوں پر اٹھائے اور احاطہ کی چار دیواری کے اندر ٹہلتے ہوئے کلام مقدس کی تلاوت میں مصروف تھا کہ یکایک دس بارہ غیر مسیحی مردوں کا ایک گروہ احاطہ کے اندر داخل ہوا اور سادھو پر مختلف سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ سادھو نے انہیں بتایا کہ وہ خداوند مسیح کی انجیل کی بشارت دینے والا مسیحی سادھو ہے اور خداوند مسیح کے نجات دہندہ ہونے کی گواہی دی۔ اس پر وہ لوگ مشتعل ہو گئے اور سادھو کو زدوکوب کرنے لگ گئے۔ سادھو کے ہاتھوں سے انجیل چھین کر پرے پھینک دی اور اسے گھسیٹتے ہوئے احاطے سے باہر لے آئے۔ ایک شقی القلب نے سادھو کی آنکھ میں لوہے کا

سُوا گھونپ دیا جس پر سادھو گر پڑا۔ ظالموں نے سادھو کے جسم پر شدید ضربات لگائیں اور پتھروں اور اینٹوں پر پٹک پٹک کر خداوند کے مناد کو شہید کر دیا۔

سادھو نظام الدین کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح لاہور کے تمام طبقوں میں پھیل گئی۔ مسیحیوں کا ایک جمِ غفیر تھا اور نوجوانوں کے جذبات کا جوار بھاٹا۔ مذہبی فرقہ دارانہ منافرت کا بھوت فضا میں اِدھر اُدھر منڈلاتا نظر آنے لگا۔ لیکن اس وقت کے مسیحی قوم کے لیڈروں نے بڑی دور اندیشی اور تدبر و فراست سے مسیحیوں کے مجروح جذبات کو انتقامی حدوں میں اُبھرنے نہ دیا۔ خصوصاً مسٹر ایس۔ پی۔ سنگھا اور ماسٹر کے۔ ایل۔ رلیارام (مرحومین) نے شہید المسیح کے وحشیانہ قتل کو شدت سے محسوس کرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ دارانہ فضا کو مکدر نہ ہونے دیا۔ لاہور کلیساؤں کے سربراہوں نے تو یہاں تک کیا کہ اگرچہ لاہور پولیس کی ہائی کمان نے سادھو کے قاتلوں کے خلاف اپنا فرض ادا کیا مگر انہوں نے اِس قتل کو سادھو کی خداوند مسیح کے نام پر شہادت قرار دیا۔ اور مقدمہ کی پیروی کے اقدام کو شہید کی شہادت کی شان اور اجر کے منافی سمجھا۔

شہید المسیح کے کفن دفن کا تمام تر اہتمام لاہور کی رومن کیتھولک کلیسا کے فادروں اور سرداروں نے کیا۔ شہید کا جنازہ کیتھولک چرچ واقعہ ایمپرس روڈ سے بڑی شان سے اُٹھا اور ہزار ہا

ایمانداروں کے جلوس کے ساتھ اپنے جسدِ خاکی کی آخری منزل کو پہنچا جہاں شہید اپنے خداوند کی آمد کے انتظار میں محوِ خواب ہے۔ مسیحی ایمان کا ایک اقرار "شہیدوں کی نورانی فوج تیرا اقرار کرتی ہے" ہلیلویاہ۔ خداوند کے نام کی ستائش ہو۔

شہید المسیح کی قبر بدھو کے آوے والے مسیحی قبرستان میں واقع ہے قبر اسی کمرے کی پشت پر صرف چند بالشت کے فاصلہ پر ہے جہاں وہ یوم شہادت کی گذشتہ شب قیام پذیر تھا۔ قبر چونکہ کچی تھی اب زمین کی سطح کے برابر ہو چکی ہے صرف ایک لوہے کی صلیب جس کے درمیان ایک دِل نما ڈھال کی شکل کا پتھر ہے جو سادھو کی انتظارگاہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس قبرستان میں سینکڑوں صلیبی نشان ہیں مگر "شہید المسیح" کی قبر کی صلیب اپنی مثال آپ ہے۔

پنجاب آرٹ پریس لاہور بیرون لوہاری گیٹ لاہور